بموجب نصاب تعلیم حلقہ وفاقیہ کراچی

اپنی تاریخ

برائے جماعت پنجم

مصنف: پیام شاہجہانپوری

دیباچہ

اس کتاب میں مندرجہ ذیل امور کا بہ طورِ خاص خیال رکھا گیا ہے۔

مشاہیرِ عالم کے حالات میں کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جو واقعات کے خلاف ہو۔ جیسے کالیداس کی شادی کا افسانہ کہ غیر مستند کتابوں کو چھوڑ کر مستند تاریخوں سے اُس کا ثبوت نہیں ملتا۔

یہ کتاب بچّوں کے لئے ہے جن کے ذہن ناپختہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی شخصیت کے متعلق ایسی کوئی بات نہیں لکھی گئی ہے جس سے اس شخصیت کی زندگی کا کوئی پہلو بُری شکل میں نظر آتا ہو۔

ہر شخصیّت کی زندگی کے واقعات اس طرح بیان کیئے گئے ہیں۔ جس سے اُس کی پیدائش سے موت تک ہر دور کا نقشہ کھنچ جائے۔ اور اس کی عہد بہ عہد ترقی کی تصویر بھی نظر کے سامنے آجائے۔

زبان نہایت سادہ استعمال کی گئی ہے۔ اور طرزِ ادا میں سادگی ملحوظ رکھی گئی ہے۔

مصنّف

فہرست مضامین

فہرست تصاویر

حضرت ابوبکرؓ صدیق

حضرت ابوبکرؓ صدیق ہمارے نبی حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پہلے خلیفہ تھے۔ آپ کا نام عبداللہ اور کنیّت ابوبکر تھی۔ آپ کے والد کا نام عثمان تھا۔ مگر اپنی کنیّت ابو قحافہ سے مشہور تھے۔ اور مکّہ کے نہایت عزت دار لوگوں میں شمار کیئے جاتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ ابتدا ہی سے نہایت نیک تھے۔ حالانکہ اس زمانے میں شراب عام طور سے پی جاتی تھی۔ اور اسے گناہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے شراب کو کبھی منہ نہ لگایا۔ نہ بُت پرستی کی۔ حالانکہ اُس زمانے میں ہر گھر میں بُت پرستی ہوتی تھی۔ وہ ہمارے حضور حضرت محمدؐ صلعم کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ بلکہ بچپن سے اُن کے ہمجولی تھے۔ تجارت کے لیئے حضرت محمدؐ صلعم نے جتنے سفر

کیئے اُن میں سے اکثر میں حضرت ابوبکرؓ آپ کے
ساتھ رہے۔ چونکہ انہیں حضرت محمدؐ صلعم کی زندگی اور
آپ کے اخلاق و عادات کو دیکھنے کا موقع بہت
قریب سے ملا تھا۔ دُوسرے اُن کی فطرت میں نیکی
تھی۔ اس لئے جب حضرت محمدؐ صلعم نے اللہ تعالیٰ
سے خبر پا کر نبی ہونے کا اعلان کیا۔ تو جوان
مردوں میں حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے آپ پر
ایمان لائے۔

حضرت ابوبکرؓ مکّہ کے بہت بڑے تاجر تھے اور
جب انہوں نے حضرت محمدؐ صلعم کے ہاتھ پر بیعت
کی تو اُن کے پاس چالیس ہزار روپے تھے۔ انہوں
یہ ساری رقم اسلام کی اشاعت اور ترقی کے لیئے
حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس کے بعد
وہ اسلام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ وہ
رات دن اسلام کی تبلیغ کرتے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا
کہ مکّہ کے بہت سے شریف اور مال دار لوگ
اسلام لے آئے۔ اِن میں سے چند کے نام یہ ہیں

حضرت عثمانؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عبدالرحمانؓ بن
عوف۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ
حضرت ابوعبیدہؓ۔ حضرت ابو سلمہؓ اور حضرت خالدؓ بن
سعید بن العاص۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ کی کوشش
سے اسلام کو بڑا فائدہ پہنچا۔

اللہ تعالٰے کے حکم کے مطابق جب حضرت محمدؐ
صلعم نے مکّہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت
ابوبکرؓ بھی حضورؐ کے ہمراہ تھے۔ اور تین روز تک
غارِ ثور میں آپؐ کے ساتھ رہے۔ مدینہ پہنچ کر
جب حضورؐ نے سب سے پہلی مسجد تعمیر کرنے
کا ارادہ فرمایا اور اس کے لیئے زمین خریدی گئی
تو اس کی قیمت حضرت ابوبکرؓ نے اپنی گرہ سے دی۔

مدینہ میں اور مدینہ کے علاوہ بھی کفار اور
مسلمانوں کے درمیان جتنی لڑائیاں ہوئیں۔ حضرت ابوبکرؓ
نے اِن تمام لڑائیوں میں نہایت بہادری اور وفاداری
سے حضرت محمدؐ صلعم کا ساتھ دیا۔ جب حضرت
محمدؐ صلعم بیمار ہو گئے اور نماز پڑھانے کے لیئے

تشریف لانے کی طاقت بھی نہ رہی۔ تو حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حضورؐ کی زندگی کے آخری لمحے تک حضرت ابوبکرؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

حضورؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا پہلا خلیفہ چُنا۔ خلیفہ ہوتے ہی انہیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف بعض قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ دُوسری طرف کچھ لوگ اسلام سے پھر گئے۔ تیسری طرف چند قبیلوں کے سرداروں نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس طرح ہزاروں آدمی جن میں عرب کے مشہور سردار بھی تھے۔ اسلام کے دشمن ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ سوائے مکّہ اور مدینہ کے سارا عرب باغی ہو گیا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے نہایت ہوشیاری اور بہادری کے ساتھ ان مشکلات کا مقابلہ کیا۔ اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک ایک ایک قبیلہ اور ایک ایک گاؤں نے اطاعت

قبول نہ کر لی۔ جب سارے عرب میں امن و امان قائم ہو گیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے عراق اور شام کی طرف توجہ کی۔ ان ملکوں کی فوجیں اسلامی حکومت کی سرحدوں پر حملے کرتی رہتی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے عراق کی طرف فوج بھیجی۔ اس کے بعد شام پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور مسلمانوں کے مشہور جرنیل جیسے حضرت خالدؓ بن ولید۔ حضرت ابوعبیدہؓ حضرت یزیدؓ بن ابو سفیان اور حضرت عمروؓ بن العاص نے اسلامی لشکر کے ساتھ اس زور سے حملے کیے اور مسلمانوں نے ایسی بہادری سے جنگ کی کہ عراق اور شام کے بہت سے حصّے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔

ابھی شام کے دارالحکومت دمشق میں جنگ جاری تھی کہ جمادی الاوّل ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور سوا دو سال خلافت کی۔ آپ کو حضرت محمدؐ صلعم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے

انتقال کے وقت ایک لونڈی اور دو غلام چھوڑے اور وصیت فرما دی کہ یہ چیزیں بیت المال میں جمع کر دی جائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد ابتداء میں کوئی تنخواہ نہ لی۔ اور تجارت کے ذریعہ سے اپنی روزی پیدا کرتے رہے۔ مگر حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے صحابہ کے مجبور کرنے پر معمولی سی رقم معاوضے کے طور پر لینا منظور کر لیا۔

حضرت ابوبکرؓ بہت سادہ مزاج آدمی تھے۔ غریبوں اور محتاجوں کا بہت خیال رکھتے تھے خلیفہ ہونے کے باوجود بیوہ عورتوں کا سودا خرید کر لا دیتے تھے بوڑھی عورتوں کی اونٹنیوں کا دودھ دوہ دیتے تھے ہر شخص سے نہایت نرمی اور محبت سے پیش آتے تھے۔

سوالات:۔ (۱) اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟ (۲) حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ ہونے کے بعد کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ (۳) حضرت ابوبکرؓ کے اخلاق و عادات کا کچھ حال بیان کرو۔

حضرت عمرؓ فاروق

حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دوسرے خلیفہ کا نام حضرت عمرؓ فاروق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اپنی بیماری کے زمانے میں صحابہ کے مشورے سے آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ کے والد کا نام خطاب تھا۔ ان کا قبیلہ مکّہ کے نہایت عزت والے قبیلوں میں شمار ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے تجارت کیا کرتے تھے۔ جنگ کے فن، گھوڑے کی سواری، پہلوانی اور تقریر کے فن میں انہوں نے بڑا نام پیدا کیا تھا وہ اپنی بہادری کے لیئے اس قدر مشہور تھے کہ سارے عرب میں ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اور لوگ ان کے نام سے کانپتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ عقل مندی اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے

میں بھی انہیں بڑی شہرت حاصل تھی۔ بلکہ جب
قبیلوں کے درمیان کسی معاملے میں ناچاقی پیدا ہو
جاتی تھی تو حضرت عمرؓ ہی کو سفیر بنا کر بھیجا
جاتا تھا۔ اور وہ نہایت عمدگی سے بگڑے ہوئے
حالات کو بنا دیتے تھے۔ جب حضرت محمدؐ صلعم
نے نبوت کا اعلان فرمایا تو شروع شروع میں حضرت
عمرؓ نے سخت مخالفت کی بلکہ اسلام قبول کرنے
والوں میں سے جن لوگوں پر ان کا بس چل جاتا وہ
انہیں بڑی سخت تکلیفیں دیتے۔ ایک روز طبیعت
میں جوش جو آیا تو تلوار لے کر حضرت محمدؐ صلعم
کو شہید کرنے کے ارادے سے چل دیئے۔ راستے
میں کسی نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے
"محمدؐ کو قتل کرنے"۔ اس نے کہا "محمدؐ کو تو بعد
میں قتل کرنا پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری
بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں"۔ اتنا
سننا تھا کہ غصے میں بھرے ہوئے سیدھے بہن
اور بہنوئی کے گھر پہنچے۔ ابھی دروازے ہی پر تھے

کہ گھر میں سے کچھ پڑھنے کی آواز آئی۔ اندر
داخل ہو کر پہلے تو بہنوئی کی طرف جھپٹے۔ مگر
جب ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیئے
دوڑیں تو انہیں مارنا شروع کر دیا۔ اور اتنا مارا
کہ ان کے بدن سے خون بہنے لگا۔ اس پر
حضرت عمرؓ کی بہن نے کہا "عمرؓ! چاہے تم مار
ہی ڈالو اسلام تو ہمارے دل سے نکلنے کا نہیں"
اپنی بہن کے یہ الفاظ سن کر اور اُن کے بدن
سے خون بہتا دیکھ کر ان کے دل پر بڑا
اثر پڑا۔ دوسرے غصہ دھیما ہونے کے بعد انہیں
قرآن کی وہ عبارت یاد آئی جو اُن کے اندر داخل
ہونے سے پہلے اُن کی بہن پڑھ رہی تھیں۔ بہن
سے کہنے لگے۔ اچھا ذرا وہ عبارت پھر پڑھو جو
میرے آنے سے پہلے پڑھ رہی تھیں۔ اُن کی
بہن نے قرآن کی وہ آیات پڑھنی شروع کیں۔
وہ جیسے جیسے پڑھتی جاتیں۔ حضرت عمرؓ کا دل
نرم پڑتا جاتا تھا۔ آخر اُن کی آنکھوں سے آنسو

جاری ہو گئے۔ وہ اٹھ کر سیدھے حضرت محمدؐ صلعم
کی خدمت میں پہنچے۔ اور حضورؐ سے عرض کیا کہ
"اپنا ہاتھ لایئے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں"
ان کے اسلام قبول کرنے کی حضورؐ اور مسلمانوں
کو بڑی خوشی ہوئی اور سب نے مل کر اس زور
سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکّہ کی پہاڑیاں گونج
اُٹھیں۔ یہ واقعہ ۶ھ ہجری کا ہے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے مسلمان خانہ
کعبہ میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ اپنے گھروں میں
پڑھا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے
تو آپ نے فرمایا کہ نماز کعبہ میں ادا کی جائے
گی۔ کسی کی جرأت نہیں جو ہمیں روک سکے۔
اور پھر مسلمانوں نے کعبہ میں کھلم کھلا نماز پڑھی۔
یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت عمر کی وجہ سے
باطل کے مقابلے میں حق کو عزت حاصل ہوئی تھی
اسی لیئے حضرت محمدؐ صلعم نے حضرت عمرؓ کو فاروق
کا لقب عطا فرمایا۔

مسلمان ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے ساری
زندگی بے مثال جوش سے اسلام کی خدمت کی۔
مسلمانوں اور کافروں میں جتنی لڑائیاں ہوئیں۔ ان
سب میں حضرت عمرؓ نے بڑی بہادری سے حصّہ
لیا۔ وہ حضرت محمدؐ صلعم کے عاشق اور سچے جاں نثار
تھے۔ جمادی الاوّل ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ کی
وفات کے بعد وہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ ہوئے
اِن کے زمانے میں اسلامی سلطنت اور مسلمانوں کو
بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ عراق اور شام کی فتح اُن
ہی کے زمانے میں مکمل ہوئی۔ ایران کا بہت بڑا
حصّہ بھی حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح کیا گیا۔
مصر کی فتح بھی حضرت عمرؓ ہی کے زمانۂ خلافت
میں ہوئی۔ فتوحات کے علاوہ حضرت عمرؓ نے سلطنت
کے انتظام کے معاملے میں جس قابلیّت کا ثبوت
دیا۔ اس کی مثال ساری دُنیا کی تاریخ میں مشکل سے
ملے گی۔ اِن کے زمانے میں اتنی وسیع سلطنت ہونے
کے باوجود ہر طرف امن تھا۔ صوبوں کے گورنر نہایت

وفادار تھے۔ خفیہ پولیس کا محکمہ اتنی عمدگی سے کام
کرتا تھا کہ ایران اور مصر کے واقعات کی خبریں
حضرت عمرؓ کو مدینہ میں بیٹھے بیٹھے مل جاتی تھیں۔
اُن کے زمانے میں طاقت ور کسی کمزور پر ظلم
نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی شخص رات کو بھوکا نہیں
سوتا تھا۔ انہوں نے بیت المال قائم کیا۔ نہریں کھدوائیں
نئے شہر آباد کروائے۔ زمینوں کی پیمائش کروائی۔ وہ
بھیس بدل کر راتوں کو شہر کی گلیوں میں پھرتے
تھے اور لوگوں کا دُکھ درد معلوم کرتے تھے۔ اگر انہیں
معلوم ہو جاتا کہ فلاں گھر میں فاقہ ہے تو رات
ہی کو آٹے کی بوری اپنی پیٹھ پر لادتے اور اس
گھر میں پہنچاتے۔ اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے
ایک بار بہت سخت بیمار ہوئے۔ طبیبوں نے شہد
تجویز کیا۔ مگر حضرت عمرؓ نے بیت المال سے اُس
وقت تک شہد نہ لیا جب تک مسلمانوں سے اِس
کی اجازت نہ منگوا لی۔ اِن کی طبیعت میں بڑی
سادگی تھی۔ لباس اتنا معمولی پہنتے تھے کہ جب غیر

ملک کے لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسلمانوں
کے خلیفہ ہیں تو وہ حیران رہ جاتے تھے۔ غذا بھی
بہت معمولی استعمال کرتے تھے۔

انصاف پسندی کا یہ حال تھا کہ افریقہ کے ایک
معمولی شخص نے شکایت کی کہ مجھے گورنر مصر کے
بیٹے عبداللہ نے کوڑے سے مارا ہے۔ آپ نے اُسی
وقت آدمی مصر بھیجا اور عبداللہ کو مدینہ طلب کیا
جب وہ آ گیا تو اُس شخص سے کہا کہ میرے
سامنے عبداللہ کو کوڑے لگاؤ۔

افسوس کہ ایک پارسی غلام ابو لولو کے ہاتھ
سے زخمی ہو کر یکم محرم سنہ ۲۴ھ کو حضرت عمرؓ
کا انتقال ہو گیا۔ آپ کو حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں
دفن کیا گیا۔

سوالات:- (۱) حضرت عمرؓ کے حالات قبل از اسلام بیان کرو (۲) حضرت عمرؓ کے
اسلام لانے کا واقعہ بتاؤ (۳) حضرت عمرؓ کے انتظام سلطنت کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟
(۴) حضرت عمرؓ کی انصاف پسندی کا کوئی واقعہ بیان کرو۔

حضرت عثمانؓ غنی

حضرت عثمانؓ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ تھے۔ ان کی کنیّت ابو عبداللہ اور ابو عمر تھی۔ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی دو بیٹیاں حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دی تھیں۔ اس لیئے ذوالنورین کے لقب سے مشہور تھے۔ ہجرت نبویؐ سے ۴۷ برس پہلے پیدا ہوئے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی مکّہ کے رئیس لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ اور اس میں اتنی ترقی کی کہ مکہ میں اُن کی ٹکّر کا مال دار تاجر اور کوئی نہ تھا۔

حضرت عثمانؓ ابتدا ہی سے نہایت شریف نیک دیانت دار اور سچ بولنے والے تھے۔ جب حضرت محمّد صلعم نے نبوّت کا اعلان فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آخر تک

اپنے مال سے اسلام کی اتنی خدمت کی کہ حضورؐ نے انہیں غنی کا خطاب عطا فرمایا۔ جب مسلمان مکّہ سے ہجرت کر کے مدینے آ گئے تو انہیں پانی کی بڑی تکلیف ہوئی۔ سارے مدینے میں صرف ایک کنواں تھا وہ بھی ایک یہودی کا تھا۔ اس نے کنوئیں کو تجارت کا ذریعہ بنا لیا تھا اور بغیر پیسے لیئے کسی کو پانی نہ دیتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم دے کر نصف کنواں اُس یہودی سے خرید لیا۔ کچھ عرصے کے بعد باقی نصف بھی آٹھ ہزار درہم میں خرید کر اُنہوں نے یہ کنواں تمام مسلمانوں کے لیئے وقف کر دیا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ کی سخاوت اور نیکی کی بدولت مسلمانوں کو ایک بہت بڑی تکلیف سے نجات مل گئی۔ ۹ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ رُوم کا بادشاہ عرب پر حملہ کرنے والا ہے۔ اس کو روکنے کے لیئے ایک زبردست فوج کی ضرورت تھی۔ مگر اس وقت مسلمان بہت تنگ دستی کی زندگی گذار رہے تھے۔ اور ان

کے پاس اتنا روپیہ نہ تھا کہ سامان جنگ اور
اُونٹوں گھوڑوں وغیرہ کا انتظام کرتے۔ اس موقع پر
حضرت عثمانؓ کی دولت پھر کام آئی۔ اور اُنہوں
نے ایک تہائی فوج کے اخراجات اپنی گرہ سے
دیئے۔ اِس کے علاوہ ایک ہزار اُونٹ، ستر گھوڑے
اور کھانے پینے کا سامان خریدنے کے لیئے ستر ہزار
دینار حضرت محمدؐ صلعم کی خدمت میں پیش کیئے۔
مالی خدمت کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے تبلیغ کے
ذریعہ سے بھی اسلام کی بڑی خدمت کی۔ اور
بہت سے لوگ اِن کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔
مسلمانوں سے کافروں کی جتنی لڑائیاں ہوئیں قریب
قریب اِن سب میں انہوں نے حصّہ لیا۔ اِس طرح
جان مال اور زبان تینوں ذریعوں سے انہوں نے
اسلام کی خدمت کی۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے حضرت
عثمانؓ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اِن کے زمانے میں بہت سے
غیر ممالک فتح ہوئے۔ طرابلس۔ الجزائر۔ مراکش۔ قبرص

اور طبرستان کی فتح حضرت عثمانؓ ہی کے عہد کے
کارنامے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایران اور مصر کے
بعض علاقوں میں باغیوں نے بڑا سر اٹھایا تھا۔ حضرت
عثمان کے جرنیلوں نے ان باغیوں کا سر کچل کر
ہر طرف امن و امان قائم کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کے
زمانے کا ایک بہت بڑا کارنامہ بحری بیڑے کا قیام
ہے۔ رُومیوں کے پاس بہت بڑا بحری بیڑہ تھا۔
اور اس کے ذریعہ سے وہ سمندر کے کنارے پر
رہنے والے مسلمانوں پر حملے کر کے انہیں سخت نقصان
پہنچاتے تھے۔ شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ کی
درخواست پر حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کو بھی بحری
بیڑہ تیار کرنے کی اجازت دے دی۔ اس کا نتیجہ
یہ ہوا کہ مسلمانوں کا بحری بیڑہ ساحلی علاقوں
کے ساتھ ساتھ چکر لگا کر سرحدوں کی حفاظت کرنے
لگا۔ اور مسلمان رُومیوں کے حملوں سے محفوظ ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ نے اسلام کی جو خدمات کیں ان
میں یہ خدمت قیامت تک نہ بھلائی جا سکے گی

که انہوں نے سارے مُسلمانوں کو ایک قرآن پر
جمع کر دیا۔ اس سے پہلے قرآن کے پڑھنے میں
اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور عرب کے علاوہ باقی ممالک
کے لوگ قرآن کی آیتوں کو مختلف طریقوں سے
پڑھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے زمانے
کے جمع کیئے ہوئے قرآن کی نقلیں کروا کر ساری
اسلامی سلطنت میں بھجوا دیں اور یہی قرآن آج تک
تمام مُسلمان پڑھتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے سلطنت کے
انتظامات کو بہت مضبُوط کیا۔ تمام صُوبوں کے گورنروں
کی ایک کمیٹی قائم کی۔ نئی نئی فوجی چھاؤنیاں
بنوائیں۔ گھوڑوں کی نسل بڑھانے اور صحت مند بنانے
کے لیئے بہت سی چراگاہیں قائم کروائیں۔ سڑکیں۔ پُل
مہمان خانے اور مسجدیں تعمیر کروائیں۔ مسجد نبویؐ کو
وسیع کیا اور اسے نہایت شاندار بنایا۔

حضرت عثمانؓ بہت رحم دل، نہایت شرمیلے اور
بڑے عبادت گزار تھے۔ وہ اپنے روپے سے غریبوں اور
محتاجوں کی بڑی امداد کیا کرتے تھے۔ افسوس کہ بعض

شریر لوگوں نے ایسے نیک خلیفہ کے خلاف فساد
برپا کیا۔ ان کا مکان گھیر لیا اور چند مفسدوں
نے اِن کے گھر میں گھُس کر انہیں اس حالت
میں شہید کر دیا جب کہ وہ روزے سے تھے اور
قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ یہ واقعہ ذوالحجہ
۳۵ھ مطابق جون ۶۵۶ء میں پیش آیا۔ حضرت
عثمان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

سوالات

۱۔ حضرت عثمان کو ذوالنورین کیوں کہتے ہیں؟
۲۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے مال سے اسلام کی جو خدمت کی اُس کا حال بیان کرو؟
۳۔ حضرت عثمانؓ نے سلطنت کی مضبوطی اور ترقی کے لیئے کیا انتظامات کیئے؟

حضرت علیؓ

حضرت علیؓ تاریخ اسلام میں اپنی بہادری کے لیئے ایسے ہی مشہور ہیں۔ جیسے نوشیرواں بادشاہ اپنے انصاف کے لیئے اور حاتم اپنی سخاوت کے لیئے۔ ان کے والد کا نام ابو طالب اور دادا کا نام عبدالمطلب تھا۔ عبدالمطلب ہمارے نبی حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دادا تھے۔ اس حساب سے حضرت علیؓ حضرت محمدؐ صلعم کے چچا زاد بھائی تھے۔

حضرت علیؓ حضرت محمدؐ صلعم کی پیدائش کے اٹھائیس سال بعد مکّہ میں پیدا ہوئے۔ ابھی بچے ہی تھے کہ حضورؐ نے ان کی پرورش اپنے ذمہ لے لی اور پھر حضرت علیؓ حضورؐ ہی کے پاس رہنے لگے۔ جب حضورؐ نے اللہ تعالےٰ سے خبر پا کر نبوّت کا دعوےٰ کیا تو نوجوانوں میں سب سے پہلے حضرت

علیؓ حضورؐ پر ایمان لائے اور پھر آخر تک بڑی محبت اور بہادری سے حضورؐ کی امداد کرتے رہے۔ ایک رات مکّہ کے بڑے بڑے سرداروں نے حضورؐ کا مکان گھیر لیا تا کہ آپ کے گھر میں گھس کر آپؐ کو قتل کر ڈالیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو حکم دیا کہ آپ مکّہ سے مدینہ کو ہجرت کر جائیں اس موقع پر حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ کہ "علیؓ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور جب صبح ہو تو جن لوگوں کی امانتیں میرے پاس رکھی ہیں وہ انہیں واپس کر کے مدینہ چلے آنا" یہ بڑا نازک وقت تھا۔ حضورؐ کے بستر پر لیٹنا موت کو دعوت دینا تھا مگر حضرت علیؓ کو حضورؐ سے اتنی محبت تھی کہ انہوں نے اپنی جان کی بالکل پرواہ نہ کی اور فوراً آپؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور صبح کو لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ چلے گئے۔

ہجرت کے دوسرے سال حضورؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ کر

دیا۔ اس طرح حضورؐ کے ساتھ حضرت علیؓ کا دوہرا
رشتہ ہو گیا۔ ایک تو بھائی کا اور دوسرے داماد
کا۔ مدینہ میں کفار مکہ کے ساتھ مسلمانوں کی جتنی
لڑائیاں ہوئیں ان سب میں حضرت علیؓ نے حصہ
لیا۔ اور اس قدر بہادری سے لڑے کہ سارے
عرب میں اُن کی دھاک بیٹھ گئی۔ خیبر کی جنگ
میں تو انہوں نے ایسی بہادری دکھائی اور ایک
قلعہ جو کسی سے فتح نہ ہُوا تھا انہوں نے ایسی
ہمت اور بہادری سے فتح کیا کہ وہ آج تک
خیبر شکن یعنی "خیبر کو توڑنے والے" کے نام سے
مشہور ہیں۔

حضرت علیؓ صرف بہادر ہی نہ تھے۔ بلکہ وہ
بہت بڑے عالم اور بہت سے علوم کے ماہر بھی
تھے۔ حضورؐ کے زمانے میں انہوں نے اسلام کی تبلیغ
بھی بڑے جوش سے کی۔ اور علاقۂ یمن کے ہزاروں
آدمیوں کو مسلمان کیا۔ وہ یمن کے وزیر مال بھی
رہے اور کچھ عرصے یمن کے جج بھی رہے۔ حضورؐ

کی وفات کے بعد حضورؐ کے تینوں خلفاء حضرت
ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے
میں بھی وہ اسلام کی خدمت اور ان تینوں خلفاءٔ
کی امداد کرتے رہے۔ یہ تینوں خلفاء ہر مشکل معاملے
میں حضرت علیؓ سے مشورے لیتے تھے۔ اور حضرت
علیؓ اپنی رائے دے کر ان کی امداد کرتے تھے۔
ایک بار حضرت عمرؓ بیت المقدس تشریف لے گئے
تو انہوں نے اپنے پیچھے جس شخص کو اپنا جانشین
بنایا وہ حضرت علیؓ ہی تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا
ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ تینوں خلفاء کے تعلقات
کتنے اچھے تھے۔

تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد
۲۴ ذوالحجہ ۳۵ھ کو مسلمانوں نے حضرت علیؓ کو اپنا
خلیفہ بنایا۔ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں
اس قدر انصاف اور عوام کے ساتھ اس قدر محبت
کا سلوک کیا کہ ایران کے لوگ اپنے انصاف پسند
بادشاہ نوشیرواں کو بھول گئے۔ حضرت علیؓ ہر معاملے

کی نگرانی خود کرتے۔ دُرّہ لے کر بازاروں میں جاتے اور لوگوں کو کم تولنے اور کم ناپنے سے منع کرتے۔ غریبوں اور کمزوروں کی مدد کرتے۔ لوگوں کا بوجھ اُٹھوا کر اِن کے سر پر رکھوا دیتے۔ اگر کوئی ان کا بوجھ اُٹھانے کے لیئے آگے بڑھتا تو اُسے منع کر دیتے اور فرماتے اپنا کام اپنے ہی ہاتھ سے کرنا چاہیئے۔ ان کے زمانے میں مسلمانوں کے خزانے سے کمزوروں، محتاجوں اور ضعیفوں کو باقاعدہ تنخواہ ملتی۔ غیر مسلموں کی جان و مال کی پُوری حفاظت کی جاتی۔ وہ خود نہایت معمولی کھانا کھاتے۔ جَو کی روٹی اور کبھی پانی کے ساتھ ستّو اِن کی غذا تھی۔ بہت ہی معمولی اور موٹا کپڑا پہنتے۔ اپنی جُوتی اپنے ہاتھ سے سی لیتے۔ اپنا سودا خود لے آتے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی وجہ سے کچھ مسلمان حضرت علیؓ سے ناراض ہو گئے تھے۔ اِن لوگوں کی وجہ سے حضرت علیؓ کو کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ ایک حضرت عائشہؓ کے ساتھ۔ ایک حضرت معاویہؓ
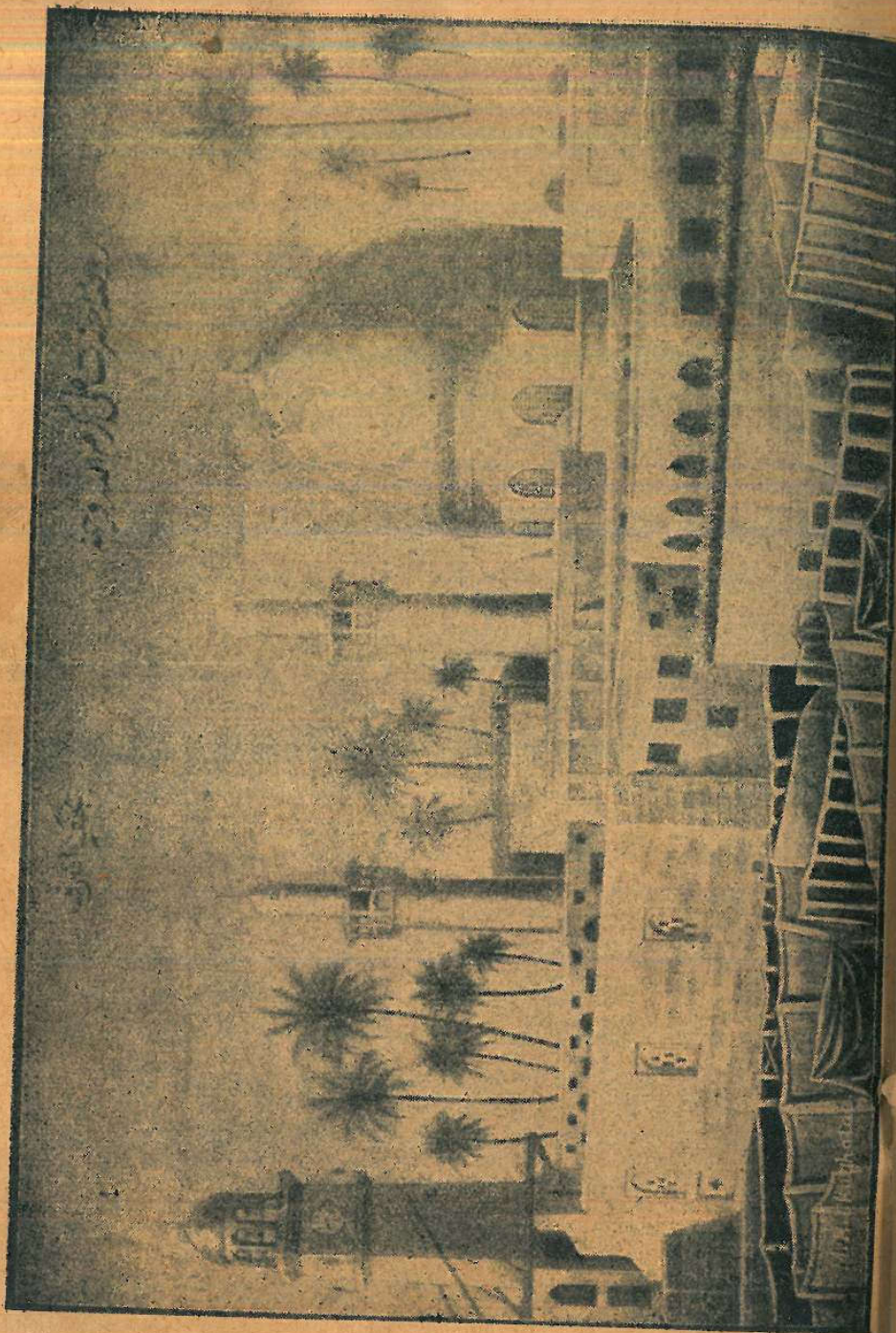
کے ساتھ اور ایک خارجیوں کے ساتھ۔ ان سب لڑائیوں میں حضرت علیؓ کو فتح ہوئی۔

آخر رمضان سنہ ۴۰ھ میں ایک صبح کو جب وہ فجر کی نماز پڑھانے کے لیئے مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص عبدالرحمان بن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا اور آپ زخمی ہو کر گر پڑے۔ اس واقعہ کے تیسرے روز آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا مزار شہر کوفہ کے قریب ہے۔ یہ شہر آپ کا دارالخلافہ بھی تھا ۞

سوالات

۱۔ حضرت علیؓ اور حضرت محمد صلعم کے درمیان کون کون سے رشتے تھے؟

۲۔ تینوں خلفاء کے ساتھ حضرت علیؓ کے تعلقات کیسے تھے؟

۳۔ حضرت علیؓ کے اخلاق و عادات کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟

حضرت امام حسینؓ

حضرت امام حسینؓ حضرت علیؓ کے بیٹے تھے۔
۵ر شعبان سنہ ۴ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے
بڑے بھائی کا نام حضرت امام حسنؓ تھا۔ حضرت
فاطمہؓ آپ کی والدہ تھیں۔ حضرت محمد صلعم آپ
کے نانا تھے اور یہ سب آپ سے بے حد محبت
کرتے تھے۔ حضرت محمد صلعم، حضرت علیؓ اور حضرت
فاطمہ نے آپ کی پرورش اور تربیّت کی۔ اِسی
تربیّت کا نتیجہ تھا کہ حضرت امام حسینؓ کے اخلاق
اور عادتیں نہایت پاکیزہ تھیں۔ آپ بہت نمازی
پرہیزگار اور غریبوں کے ہمدرد تھے۔ فقیروں اور محتاجوں
کو کثرت سے خیرات کرتے تھے۔ آپ اپنے زمانے
کے بہت بڑے بہادر تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے
میں آپ نے کئی جنگوں میں شرکت کی۔ اور بڑی

بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت علیؓ کی خلافت
کے زمانے میں جتنی لڑائیاں ہوئیں۔ آپ نے اِن
سب میں حصّہ لیا اور دشمن سے اپنی بہادری کا
لوہا منوا لیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کے بڑے
بھائی حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے مگر انہوں نے
مسلمانوں کو لڑائی جھگڑوں سے بچانے کے لیے حضرت
معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لی اور حکومت اِن کے
حوالے کر دی۔ حضرت معاویہؓ نے انتقال سے پہلے
اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ مقرر کیا۔ جب حضرت معاویہؓ
کا انتقال ہو گیا اور یزید خلیفہ مقرر ہوا تو اُس
نے مدینہ کے گورنر کو حکم دیا کہ حسینؓ سے میری
بیعت لے لو۔ یزید ایک ناپاک ظالم اور بد اعمال
انسان تھا۔ اس لیئے حضرت امام حسینؓ نے اس کے
ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کا
خیال تھا کہ اگر میں نے ایک ظالم اور بد اعمال
شخص کو خلیفہ تسلیم کر لیا تو آنے والی نسلیں بھی

ظالموں اور بدمعاشوں کو خلیفہ مان لیا کریں گی۔
کیونکہ وہ کہیں گی کہ جب رسولؐ خدا کے نواسے
نے ایک شرابی اور ظالم کو خلیفہ مان لیا۔ تو
ہمیں بھی مان لینا چاہیئے۔ اس لیئے حضرت حسینؓ نے
یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور
مدینہ سے مکہ چلے گئے۔ اسی دوران میں آپ کو
شہر کوفہ کے لوگوں نے خط پر خط لکھے۔ کہ ہم
پر ایک ظالم آدمی کو حاکم بنا دیا گیا ہے۔ ہمیں
اس کی اطاعت گوارا نہیں ہے۔ آپ یہاں تشریف
لے آئیے۔ ہم آپ کی بیعت کریں گے۔ حضرت
امام حسینؓ ان لوگوں کی دعوت پر کوفہ تشریف لے
گئے۔ مگر یزید نے کوفہ پر ایک سخت اور ظالم
شخص عبیداللہ بن زیاد کو گورنر مقرر کر دیا۔ اس
نے لوگوں پر اس قدر سختیاں کیں کہ وہ حضرت
امام حسینؓ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اور جب حضرت حسینؓ
کوفہ پہنچے تو سوائے ان بہتر آدمیوں کے جو آپ
کے ساتھ آئے تھے اور کسی نے آپ کا ساتھ نہ دیا۔
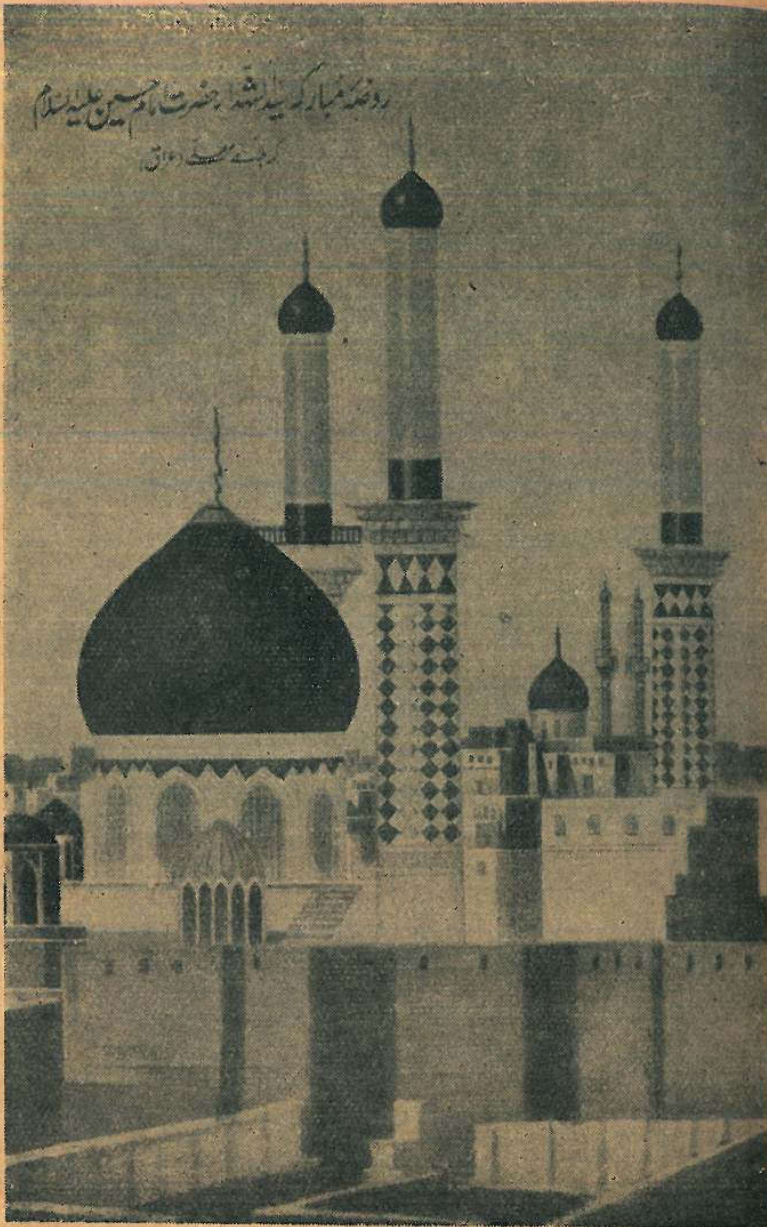
۲ محرم کو آپ نے دریائے فرات کے کنارے
کربلا کے مقام پر اپنے خیمے لگائے۔ یزید کی
فوجوں نے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر پانی
تک بند کر دیا اور ہر طریقہ سے مجبور کیا کہ
آپ یزید کو خلیفہ مان لیں۔ آپ نے چھوٹے چھوٹے
بچوں کا پانی کے لیئے بلکنا برداشت کر لیا خود
پیاسا رہنا گوارا کر لیا مگر یزید کے ہاتھ میں اپنا
ہاتھ دینا گوارا نہ کیا۔ آخر ۱۰ محرم کو یزید کی
فوجوں سے آپ کی جنگ ہوئی۔ یزید کے سپاہیوں
کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ مگر حضرت حسینؓ
کے ساتھ بہتّر سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ لیکن اس
کے باوجود حضرت حسینؓ اور آپ کے ساتھی اس
قدر بہادری سے لڑے کہ دشمن کے چھکّے چھوٹ گئے۔
سہ پہر تک حضرت امام حسینؓ کے تمام ساتھی ایک
ایک کر کے شہید ہو گئے۔ آخر میں آپ بھی گھوڑے
پر سوار ہوئے اور دشمن پر اس بہادری اور جوش
سے حملہ کیا کہ اس کی فوجوں میں ابتری پیدا

ہو گئی اور بہت سے آدمی قتل ہو گئے۔ مگر ایک آدمی ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کب تک کر سکتا ہے۔ یزید کی فوجوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کا مینہہ برسا دیا۔ آخر زخموں سے چور ہو کر آپ گھوڑے سے گر پڑے۔ اور ایک شخص نے آگے بڑھ کر آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں حضرت حسینؓ اور اُن کے ساتھی شہید ہو گئے مگر وہ ساری دُنیا کو یہ سبق دے گئے کہ چاہے جان جاتی رہے مگر اپنا اصول نہ چھوڑو۔ دشمن کا مقابلہ بہادری سے کرو۔ ایک آدمی یا چند آدمیوں کی کامیابی کوئی چیز نہیں۔ کامیابی وہ ہے جو پُوری قوم اور سارے ملک کو حاصل ہو۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ کا نام آج بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

سوالات

۱۔ حضرت امام حسینؓ کے اخلاق و عادات کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔
۲۔ حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت کیوں نہیں کی۔
۳۔ کربلا کی جنگ کا حال بیان کرو۔

حضرت خالدؓ بن ولید

حضرت خالدؓ بن ولید دُنیا کے اُن نامور بہادروں میں سے تھے جو تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اِن کا نام خالد، کنیّت ابو سلیمان، اور لقب سیف اللہ تھا۔ ان کے خاندان کو مکّہ میں ہمیشہ سے عزت حاصل تھی۔ فوج کا انتظام اور سپہ سالاری ان ہی کے خاندان میں تھی۔ جب حضرت خالدؓ جوان ہوئے تو یہ دونوں عہدے انہیں ملے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے انہوں نے کفار مکّہ کی طرف سے مُسلمانوں کے ساتھ بڑی بہادری سے جنگ کی۔ مگر کچھ ہی عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا دل اسلام کی طرف پھیر دیا اور وہ حضرت محمدؐ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر مُسلمان ہو گئے۔

مسلمان ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے اسلام
کی بے نظیر خدمت کی۔ مسلمانوں اور کافروں کے
درمیان جتنی لڑائیاں ہوئیں ان میں وہ حیرت انگیز
بہادری سے لڑے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں
نے کافروں سے جو پہلی لڑائی لڑی اُسے جنگ
موتہ کہتے ہیں۔ اس جنگ میں اسلامی فوجوں کی
تعداد صرف ۲ ہزار تھی۔ لیکن دشمن کی فوج ۹۰
ہزار سے بھی زائد تھی۔ دشمن کا اس قدر زور
تھا کہ مسلمانوں کے تین بہادر سپہ سالار شہید ہو
چکے تھے کہ فوج کا علم حضرت خالدؓ کو دیا گیا
اُنہوں نے انتہائی قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود
اس بے جگری سے حملہ کیا کہ دُشمن کے ہزاروں
آدمی کٹ کر ڈھیر ہو گئے۔ اور وہ اسلامی فوج
کو دشمن کے نرغے میں سے بڑی کامیابی سے
نکال لائے۔ اس جنگ میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ
سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ اِن کی اِس بہادری سے
خوش ہو کر حضرت محمدؐ صلعم نے انہیں "سیف اللہ"

کا خطاب دیا جس کے معنی ہیں "اللہ کی تلوار"۔
حضرت محمدؐ صلعم کی وفات کے بعد عرب میں
بڑے خطرناک فتنے اُٹھے۔ بہت سے لوگوں نے
زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ کچھ اسلام سے پھر گئے
بعض قبیلوں کے سرداروں نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ
کر دیا۔ اس طرح مکّہ اور مدینہ کے سوائے سارا
عرب باغی اور مسلمانوں کا دشمن ہو گیا۔ اس
نازک موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے جن لوگوں کو
اسلامی فوجوں کا سالار بنا کر باغیوں کی سرکوبی پر
مقرر کیا اِن میں حضرت خالدؓ سب سے نمایاں
تھے۔ یہ تھوڑی سی فوج لے کر مدینہ سے نکلے۔
اور سب سے پہلے جھوٹے نبی طلیحہ پر حملہ کیا۔
باوجودیکہ طلیحہ کے پاس بے شمار فوج تھی۔ اور
وہ تھا بھی بڑا بہادر مگر حضرت خالدؓ اس بہادری
سے لڑے کہ طلیحہ کو بُری طرح شکست ہوئی
اور اس کے ہزاروں آدمی مارے گئے۔
حضرت خالدؓ کا دُوسرا مقابلہ مسیلمہ کذاب سے

ہؤا یہ بھی جھوٹا نبی تھا۔ اسی لیئے اسے کذاب
کہتے ہیں۔ یہ سب سے زیادہ طاقت ور تھا اور
عرب کے بڑے بڑے قبیلے اس کے جھنڈے کے
نیچے جمع تھے۔ مگر حضرت خالدؓ نے اسے بھی ذلّت
ناک شکست دی اور یہ میدان جنگ میں ایک
مسلمان سپاہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس طرح سارے
عرب میں امن و امان قائم ہو گیا اور ہر طرف
اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔

اِدھر سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ
نے انہیں عراق اور شام کی فتح پر مقرر فرمایا
اور ساری اسلامی فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ عراق
اور شام کی حکومتیں ہمیشہ عربوں کو مٹانے اور
انہیں ذلیل کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھیں۔
جب حضرت محمدؐ صلعم کے جھنڈے کے نیچے جمع
ہو کر عربوں نے قوت حاصل کر لی۔ تو عراق
و شام کی حکومتوں نے اسلامی حکومت کے خلاف
اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اِن علاقوں کے رہنے

والوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔
انہیں تنگ کیا جانے لگا۔ اور ان پر سخت ظلم
و ستم ہونے لگے۔ آخر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت
خالدؓ اور بعض دوسرے جرنیلوں کو ان حکومتوں
کی سرکوبی پر مقرر فرمایا۔

حضرت خالدؓ کا سب سے پہلا مقابلہ بحرین
میں ہؤا۔ اس علاقے کے غیر مسلموں نے ایران کے
بادشاہ کے ساتھ سازش کر کے ایرانی فوج کو
بحرین میں بلوایا تھا تا کہ اس صوبے پر قبضہ
کر کے مسلمانوں کو ذلیل کیا جائے۔ مگر حضرت
خالدؓ نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور
ایرانی فوجوں کو ایسی شکست دی کہ اِن کے
ہزاروں سپاہی مارے گئے اور باقی مسلمانوں کی
پناہ میں آ گئے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے
عراق کا رُخ کیا۔ اس زمانے میں ہُرمز عراق کا
گورنر تھا۔ یہ بڑا بہادر اور بہت بڑا پہلوان
سمجھا جاتا تھا۔ جب اس نے حضرت خالدؓ کے

آنے کی خبر سنی تو پچاس ہزار فوج کے ساتھ
میدان میں نکلا اور حضرت خالدؓ کو مقابلے
کے لیئے للکارا۔ حضرت خالدؓ اُس کی طرف
جھپٹے اور چند منٹ میں اُٹھا کر زمین پر دے
مارا اور پھر تلوار نکال کر اس کا سر اُڑا دیا۔
اپنے حاکم کا یہ انجام دیکھ کر فوج کی بھی ہمت
ٹوٹ گئی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں جنگ کا فیصلہ
مسلمانوں کے حق میں ہو گیا۔ اس فتح کا بڑا اچھا
اثر ہوُا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں عراق کا بہت
بڑا حصّہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

عراق کے بعد حضرت خالدؓ نے شام کا رُخ
کیا۔ اِن کے پاس صرف چھ ہزار فوج تھی۔ اِس
سے پہلے مشہور اسلامی جرنیل حضرت ابو عبیدہؓ شام
پر حملہ کر چکے تھے اور جنگ جاری تھی مگر اِن
کے پاس بہت تھوڑی فوج تھی۔ جب حضرت
خالدؓ اپنی فوج لے کر ان کی امداد کے لیئے پہنچے
تو جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ باوجودیکہ روم کے بادشاہ

ہرقل نے ان کے مقابلے کے لیئے ایک زبردست
لشکر بھیج دیا تھا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں
ہی کو فتح عطا فرمائی۔ اس دوران میں حضرت
ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے
حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہونے کے کچھ عرصے بعد
حضرت خالدؓ کو اِن کے عہدے سے ہٹا کر حضرت
ابو عبیدہؓ کو اسلامی فوجوں کا سالار مقرر کیا۔ حضرت
خالدؓ نے اس حکم کی تعمیل میں ایک سیکنڈ کی
دیر نہیں کی اور نہ اِن کی پیشانی پر معمولی سا
بل آیا بلکہ نہایت وفاداری اور فرماں برداری
سے حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت ہو کر ایک ادنیٰ
سپاہی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ عراق، شام
اور ایران وغیرہ کی فتح سے فارغ ہو کر حضرت
خالدؓ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ۸۸ سال
سال کی عمر پا کر سنہ ۲۲ھ میں ان کا انتقال ہو
گیا۔ انتقال کے وقت حضرت خالدؓ بار بار افسوس
کے ساتھ کہتے تھے کہ کاش! چارپائی پر مرنے کی

بجائے میں نے میدان جنگ میں جان دی ہوتی۔
کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ کے جسم پر بالشت بھر
جگہ بھی ایسی نہ تھی جہاں زخموں کے نشانات ہوں۔
حضرت خالدؓ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے
دن کو خدا کا نام بلند کرنے کے لیئے تلوار چلاتے
تھے۔ اور رات کو خدا کی عبادت کرتے تھے طبیعت
میں انکساری اور خدا ترسی بھی بہت تھی۔ انہوں
نے تمام عمر جنگ کی مگر کسی سے ایک بار بھی
شکست نہ کھائی ۔

سوالات

۱۔ حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کیوں کہتے ہیں ؟
۲۔ حضرت خالدؓ کی فتوحات کا مختصر حال بیان کرو۔
۳۔ حضرت خالدؓ انتقال کے وقت کس بات پر افسوس کرتے تھے ؟

طارقؒ بن زیاد

عرب کے نامور، عقلمند اور بہادر لوگوں میں ایک
شخص گذرے ہیں جن کا نام زیاد تھا۔ یہ حضرت
علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں کئی
بڑے بڑے صوبوں کے گورنر رہے تھے۔ طارقؒ انہیں زیاد
کے بیٹے تھے۔ ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد
زیاد کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت زیاد نے
افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر کو وصیّت کی کہ
"میرے بیٹے طارقؒ کی پرورش اور تربیّت تم کرنا"۔
اس وصیّت کے مطابق موسیٰ بن نصیر طارقؒ کو
اپنے گھر لے آئے اور اپنے بچوں کی طرح نہایت
آرام سے رکھ کر طارقؒ کی پرورش کی۔ جب
طارقؒ نے ہوش سنبھالا تو موسیٰ بن نصیر نے
انہیں اپنے بچوں کے ساتھ مکتب میں داخل کردیا

طارقؒ نے بہت جلد تعلیم مکمل کر لی۔ اس زمانے
کے تمام بڑے بڑے عالموں نے اُن کی تعلیم و
تربیّت میں حصّہ لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طارق
کو عربی زبان پر بڑی مہارت حاصل ہو گئی۔
اس کے علاوہ انہوں نے غیر ممالک کی زبانیں
بھی سیکھیں۔

طارقؒ کو فوجی تعلیم اور جنگ کے فن سے
شروع ہی سے بڑی دلچسپی تھی۔ مصری فوج کے
ایک بہت بڑے جرنیل سے انہوں نے فنِ جنگ
سیکھا۔ اور اس میں ایسا کمال پیدا کیا کہ وہ آج
دُنیا کے چند نامور جرنیلوں میں شمار کیئے جاتے
ہیں۔ ان کا سب سے پہلا مقابلہ افریقہ کے حبشیوں
سے ہوُا۔ اس وقت اِن کی عمر صرف سترہ سال
کی تھی۔ یہ حبشی بڑے نڈر اور بہادر تھے۔ مصر
کے قریبی علاقوں پر چھاپے مار کر لُوٹ مار کرنا
ان کا پرانا پیشہ تھا۔ ایک بار انہوں نے مصر پر
بھی حملہ کر دیا اور لُوٹ مار شروع کر دی جب

افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر کو حبشیوں کے حملے
کی خبر ہوئی تو انہوں نے طارقؒ کو ایک مختصر سا
لشکر دے کر حبشیوں کے مقابلے پر بھیجا۔ طارقؒ نے
حبشیوں پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ بوکھلا کر
بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر کبھی ادھر کا رُخ نہ
کیا۔ طارق کی یہ پہلی لڑائی اور اس میں پہلی
کامیابی تھی۔

اس واقعہ کے کچھ ہی عرصے بعد افریقہ میں
بغاوت ہو گئی اور بہت سے قبیلے مسلمانوں کو تباہ
کرنے پر تل گئے۔ انہوں نے بڑے بڑے شہروں
پر قبضہ کر لیا۔ اور ہر طرف بد امنی اور قتل و
غارت گری شروع ہو گئی۔ اس بد امنی اور بغاوت
کو ختم کرنے کے لیئے مسلمانوں کے خلیفہ عبدالعزیز
بڑے فکر مند تھے۔ اسی دوران میں طارقؒ بن زیاد
کی بہادری کا ذکر ان کے کانوں تک پہنچا اور
موسیٰ بن نصیر نے بھی اِن کی قابلیّت، ہمّت
اور بہادری کی بڑی تعریف کی۔ آخر خلیفہ عبدالعزیز

نے طارقؒ کو پچاس ہزار مسلمانوں کا لشکر دے کر افریقہ میں امن و امان بحال کرنے اور ان شہروں کو فتح کرنے کے لیئے مقرر کیا، جن پر باغیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

طارقؒ فوج لے کر نکلے اور سینکڑوں رکاوٹوں کے باوجود انہوں نے باغیوں کا سر کچل دیا۔ ایک ایک کر کے سارے شہر فتح کر لیئے۔ بڑے بڑے تمام باغیوں کو عبرت ناک سزائیں دیں اور تھوڑے ہی عرصے میں افریقہ پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ ان فتوحات نے طارقؒ کی عزت اور شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔ اور افریقہ سے یورپ تک اِن کے نام کی دھاک بیٹھ گئی۔ لیکن جس فتح سے اِن کا نام ہمیشہ کے لیئے زندہ ہو گیا وہ سپین کی فتح ہے۔

اسپین یورپ کا ایک مشہور ملک ہے۔ اُس زمانے میں اسپین پر ایک بڑے ظالم عیسائی بادشاہ کی حکومت تھی۔ بادشاہ اور اُس کے سردار غریبوں پر

بڑا ظلم کرتے تھے۔ بڑے بڑے جاگیردار عیش سے زندگی گذارتے تھے۔ اور غریبوں کو دو وقت کی روٹی بھی نہ ملتی تھی۔ اِن سے زبردستی بیگار لی جاتی تھی۔ ان کی جان و مال یہاں تک کہ ان کی عورتوں کی عزت بھی محفوظ نہ تھی۔ آخر ان مظالم سے تنگ آ کر وہاں کے لوگوں نے افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر سے درخواست کی کہ آپ ہماری مدد کیجئے۔ اور ہمیں اس ظالم بادشاہ سے نجات دلوایئے۔

موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ عبدالعزیز کی اجازت سے طارقؒ بن زیاد کو سات ہزار سپاہی دے کر اسپین روانہ کر دیا۔ طارق جہازوں میں بیٹھ کر اسپین پہنچے۔ اور ساحل پر اُتر کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اِن جہازوں کو آگ لگوا دی جن میں بیٹھ کر آئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے سپاہیوں کے سامنے ایک تقریر کی اور کہا کہ میں نے ان جہازوں کو جان بوجھ کر جلوا دیا ہے۔ تا کہ بھاگنے کا راستہ باقی نہ رہے۔ اب تمہارے لیئے ایک ہی راستہ ہے

کہ آگے بڑھو اور خدا کی راہ میں جہاد کرو۔
یاد رکھو اگر تم نے پیٹھ پھیری تو سمندر کی موجیں
تمہیں نوالہ بنا لیں گی اور دین و دُنیا دونوں
میں ذلیل ہو گے۔

سپاہیوں پر طارقؒ کی اِس تقریر کا بڑا اچھا
اثر ہُوا۔ اور انہوں نے مرنے مارنے کی قسم کھا کر
اسپین فتح کرنے کا عہد کر لیا۔ جب اسپین کے بادشاہ
(روڈرک) کو مسلمانوں کی آمد کا حال معلوم ہُوا تو وہ
ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے کے لیئے نکلا۔ ادھر
پانچ ہزار سپاہی اور طارقؒ کی امداد کے لیئے پہنچ
گئے۔ غرض ۱۲ ہزار سپاہی لے کر طارقؒ ایک لاکھ
فوج کے مقابلے کے لیئے نکلے۔ اور اس بہادری سے
حملہ کیا کہ روڈرک کی فوج کے ہزاروں آدمی مارے
گئے۔ خود بادشاہِ اسپین (روڈرک) بھی اس جنگ میں
ہلاک ہُوا۔ روڈرک کے مرتے ہی اس کی فوج کی
ہمّت ٹوٹ گئی اور وہ میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی
اس کے بعد طارقؒ نے جس علاقے کا رُخ کیا فتح

نے ان کے قدم چُومے اور تھوڑے ہی عرصے میں
سارا اسپین مُسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ اس کے
کچھ عرصے بعد شام کے ملک میں دُنیا کے اس
نامور جرنیل طارقؒ کا انتقال ہو گیا۔

سوالات

۱۔ طارق کے بچپن کے حالات بتاؤ۔

۲۔ طارق کا سب سے پہلا مقابلہ کس سے ہُوا؟ اس لڑائی کا حال بیان کرو

۳۔ اسپین کی فتح کے حالات بیان کرو۔

صلاح الدّین ایوبیؒ

جس شخص کا نام سُن کر یورپ کے عیسائی
کانپ اُٹھتے تھے اسے صلاح الدّین ایوبی کہتے ہیں۔
صلاح الدّین ایوبی آج سے تقریبًا ساڑھے آٹھ سو
سال پہلے یعنی ۵۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے
والد کا نام نجم الدّین ایوب اور چچا کا نام شیر کوہ
تھا۔ یہ دونوں عراق کے بادشاہ سلطان نورالدین اتابک
کے دربار میں بہت اُونچے عہدوں پر ملازم تھے۔
اور بغداد میں رہتے تھے۔ اس زمانے میں تمام علوم
و فنون کے عالم بغداد میں جمع تھے۔ اس لیئے
صلاح الدّین ایوبیؒ کی تعلیم و تربیّت نہایت عمدہ
طریقے سے ہوئی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ بھی
سلطان نورالدین کے دربار میں بہت اچھے عہدے پر
ملازم ہو گئے۔

اس کے کچھ عرصے کے بعد سلطان نورالدین نے
صلاح الدّین ایوبیؒ کے چچا شیر کوہ کو ایک لشکر
دے کر مصر پر قبضہ کرنے کے لیئے بھیجا۔ کیونکہ
اس وقت مصر پر فاطمی خاندان کے ایک کم عمر
لڑکے کی حکومت تھی اور عیسائی اس پر قبضہ کرنے
کی تیاریاں کر رہے تھے: صلاح الدّین ایوبیؒ بھی بادشاہ
سے اجازت لے کر اس لشکر کے ہمراہ مصر گئے۔
وہاں انہوں نے ایسی بہادری سے جنگ کی کہ دُور
دُور تک ان کے نام کی شہرت ہو گئی اور مصر
پر شیر کوہ کا قبضہ ہو گیا۔ مصر کے فاطمی بادشاہ
نے شیر کوہ کو اپنا وزیر اور صلاح الدین کو نائب
وزیر مقرر کیا۔ کچھ عرصے کے بعد شیر کوہ کا انتقال
ہو گیا۔ اور صلاح الدّین وزیر ہو گئے۔ اسے زیادہ
عرصہ نہ گذرا تھا کہ مصر کا فاطمی بادشاہ بھی
فوت ہو گیا۔ اور صلاح الدین ایوبیؒ مصر کے حاکم
ہو گئے۔ انہوں نے مصر کو عراق کے بادشاہ سلطان
نورالدین کے ماتحت کر دیا اور مصر پر انہیں کے

سلطان صلاح الدین

نام کا سکہ چلنے لگا۔

صلاح الدین ایوبیؒ نے مصر پر قبضہ کر کے اس کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔ نالائق افسروں کو نکال کر قابل اور لائق لوگوں کو رکھا۔ غریبوں کی حالت کو بہتر بنایا۔ فوج کو مضبوط کیا۔ لوگوں کی اخلاقی تربیت کرنے کے لیئے علماء مقرر کیئے۔ اور عدل و انصاف قائم کیا۔ جب عیسائیوں نے دیکھا کہ مصر میں ایک مضبوط حکومت قائم ہو گئی ہے اور یہ مُلک ترقی کرتا جا رہا ہے۔ تو انہیں خوف پیدا ہؤا کہ کہیں مصر کا نیا حاکم صلاح الدینؒ ہماری خبر نہ لے ڈالے۔ اس لیئے انہوں نے متحد ہو کر مصر پر حملہ کر دیا۔ ان کے پاس بہت بڑی اور طاقت ور فوج تھی۔ مگر اس کے باوجود صلاح الدینؒ نے انہیں ایسی شکست دی کہ ان کے ہزاروں آدمی قتل ہو گئے اور وہ نہایت ذلت کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔

ادھر سے فارغ ہو کر صلاح الدینؒ نے ملک شام کی طرف توجہ دی۔ یہاں کا بادشاہ تھا تو مسلمان

مگر وہ بڑا نالائق تھا اور ہر کام عیسائیوں کے اشارے
پر کرتا تھا۔ ملک کی حالت بے حد خراب تھی اور
مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہو رہی تھی۔ صلاح الدینؒ
ایک زبردست لشکر لے کر شام پہنچے اور معمولی سے
مقابلے کے بعد یہ ملک بھی ان کے قبضے میں آ
گیا۔ اس کے چار سال بعد صلاح الدین سے عیسائیوں
کا پھر ایک مقابلہ ہُوا۔ اس جنگ میں عیسائیوں
نے مسلمانوں کو شکست دینے کی پُوری کوشش کی
اور بہت بڑی فوج لے کر مقابلے کے لیئے آئے
مگر اس میں بھی انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

صلاح الدین ایوبی کی زندگی کا سب سے بڑا
کارنامہ بیت المقدس کی فتح ہے۔ یہ شہر پانچ سو
سال تک مُسلمانوں کے قبضے میں رہ چکا تھا۔ مگر
اُن کی نا اتفاقی اور کمزوری کی وجہ سے عیسائی
اس پر قابض ہو گئے تھے۔ صلاح الدینؒ نے زبردست لشکر
جمع کر کے بیت المقدس کی طرف کُوچ کر دیا۔ تاکہ
اس شہر کو عیسائیوں سے واپس لے کر اس پر

پھر اسلامی جھنڈا لہرایا جائے۔ جب عیسائیوں کو صلاح الدینؒ
کے ارادے کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس شہر
کو بچانے کے لیئے اپنی ساری طاقت اکٹھا کر لی۔
یورپ بھر میں اس جنگ کی تیاریاں کی گئیں۔
اسے مذہبی جنگ قرار دیا گیا۔ پادریوں نے اس
جنگ میں حصہ لینے والوں کو جنت میں جانے کی
خوش خبری سنائی۔ اور کروڑوں روپیہ چندہ جمع کیا گیا
انگلستان۔ جرمنی اور فرانس کے بادشاہ خود میدان میں
آ کر اس جنگ میں شریک ہوئے۔ غرض عیسائیوں
کی ۹ لاکھ فوج کے مقابلے میں صلاح الدینؒ چند
ہزار کا مختصر سا لشکر لے کر نکلے۔ اور اس بے جگری
سے حملہ کیا کہ عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔
گو انہوں نے بھی بڑی بہادری سے جنگ کی مگر
کئی لاکھ آدمیوں کو زخمی اور ہلاک کروا کر بھی
انہیں ذلت ناک شکست ہوئی اور انگلستان کے بادشاہ
رچرڈ کو جو اپنی بہادری کے لیئے سارے یورپ
میں مشہور تھا۔ خود صلاح الدین کی خدمت میں حاضر

ہو کر صلح کی درخواست کرنی پڑی۔ اس طرح
بیت المقدس پھر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ آخر
چند روز بیمار رہ کر ۲۷ صفر ۵۸۹ھ کو دنیا
کے اس نامور فاتح صلاح الدینؒ کا انتقال ہو گیا۔
صلاح الدین ایوبیؒ بہت غیرت دار بہت بڑا
بہادر اور دنیا کا قابل ترین حکمران تھا۔ بہادری کے
ساتھ ساتھ اس کے دل میں رحم کا جذبہ بھی تھا۔
اسی لیئے عیسائی تک اسے "شریف دشمن" کہتے ہیں۔
وہ بڑا نمازی، پرہیزگار اور نیک دل حاکم تھا۔ اسے
ہر وقت اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی نیک نامی
کا خیال رہتا تھا۔ وہ دنیا کے تمام مسلمانوں اور ساری
اسلامی حکومتوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنا
چاہتا تھا۔ تاکہ مسلمان دنیا میں سب سے زیادہ
طاقت ور ہو جائیں۔

سوالات:- صلاح الدین ایوبی نے مصر کے انتظام کو بہتر بنانے کے لیئے کیا
قدم اٹھائے؟ (۲) بیت المقدس کی جنگ کا کچھ حال بیان کرو۔ (۳) صلاح الدین کی
سیرت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

عبدالرحمٰن ثالث

اسپین کے ملک پر جس شان و شوکت اور
عمدگی سے عبدالرحمٰن ثالث نے حکومت کی۔ اس کی
مثال تاریخ اسپین میں مشکل ہی سے ملے گی۔
عبدالرحمٰن ثالث اسپین کے بادشاہ عبداللہ کا پوتا اور
شہزادہ محمد کا بیٹا تھا۔ یہ ۵ ربیع الاول ۳۰۰ھ
کو بادشاہ ہوا۔ اسے عبدالرحمٰن ثالث اس لیئے کہتے
ہیں کہ اس سے پہلے اس نام کے دو اور بادشاہ
اسپین کے تخت پر بیٹھ چکے تھے۔ عبدالرحمٰن نام کا
یہ تیسرا بادشاہ تھا۔ جب وقت یہ تخت پر بیٹھا
اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ اس کی حکومت
کے ابتدائی زمانے میں مُلک کی حالت بے حد
خراب تھی۔ بہت سے سردار باغی ہو چکے تھے خود
مسلمانوں میں سخت نا اتفاقی تھی۔ اور روز بروز

بغاوتیں بڑھ رہی تھیں۔ عبدالرحمٰن نے نہایت عقلمندی
اور حُسن سلوک سے بہت سے باغیوں کو اپنا دوست
بنا لیا۔ بعض کو تلوار کے زور سے نیچا دکھایا۔ مُسلمانوں
کی نا اتفاقی کو ختم کیا۔ جن خاندانوں میں پرانی
دشمنی چلی آ رہی تھی انہیں ایک دوسرے کے
گلے ملوایا۔ عبدالرحمٰن کے اس طرزِ عمل کا بڑا اچھا
اثر ہوا۔ دوست تو دوست دشمن بھی اُس کے
دوست بن گئے۔ اُس نے اپنی نرم دلی اور حُسن
سلوک سے بڑے بڑے سرداروں اور رعایا کو اپنا
جاں نثار بنا لیا۔

ملک کے اندرونی جھگڑوں کو ختم کر کے اور
ہر طرف امن و امان قائم کرنے کے بعد عبدالرحمٰن
نے فوجی تیاریاں شروع کیں اور طلیطلہ کے صُوبے
پر حملہ کیا۔ کیونکہ یہ صوبہ باغی ہو چکا تھا۔ اس
کی بہادر فوج نے چند ہی روز میں اس صُوبے
کے بڑے بڑے قلعوں کو فتح کر لیا۔ آخر سخت
خوں ریزی کے بعد یہ سارا صُوبہ عبدالرحمٰن کے قبضے

میں آ گیا۔

اس فتح سے فارغ ہو کر عبدالرحمٰن اسپین کا
جنوبی علاقہ فتح کرنے کے لیئے بڑھا۔ اس علاقے
کے بہت سے سرداروں نے تو بغیر لڑے ہی
عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کر لی اور تمام عمر اس
کا وفادار رہنے کا وعدہ کیا۔ عبدالرحمٰن نے اس علاقے
کے سرداروں کو بڑے بڑے انعام اور عہدے دیئے
اور اس طرح انہیں اپنا دوست بنا کر ہر طرف
امن و امان قائم کر دیا۔ غرض اسپین کا جنوبی
علاقہ بھی اس کے قبضے میں آ گیا۔ اس کے بعد
عبدالرحمٰن نے سارے اسپین کا دورہ کیا۔ بڑے بڑے
تمام شہروں میں گیا۔ وہاں کے حالات کو خود دیکھا
اور انتظامات درست کیئے۔ بعض ساحلی علاقوں پر
افریقہ کے باشندوں نے لُوٹ مار مچا رکھی تھی۔
عبدالرحمٰن نے ساحلوں کی حفاظت کے لیئے ایک
مضبوط بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح
اسپین میں ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا۔

عبدالرحمٰن نے بہت سے نئے شہر تعمیر کروائے
اور ان میں نہایت خوب صُورت اور شان دار
عمارتیں بنوائیں۔ مدینۃ الزہرا اور قصر زہرا دونوں
بڑے بڑے شہر اُس نے اپنی ملکہ کے نام پر
تعمیر کروائے تھے۔ ان میں سے مدینۃ الزہرا کو اُس
نے اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اس کی دل فریب عمارتیں
دل کش ستون اور محرابیں، خوب صُورت باغات اور
سنگ مرمر کے حوض دیکھ کر انسان کی عقل دنگ
رہ جاتی تھی۔ اس کی سلطنت میں ہر طرف امن و
امان قائم تھا۔ خوش حالی کا دور دورہ تھا۔ پولیس
کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ تاجر قیمتی سے قیمتی سامان
لے کر ویرانوں میں سے بھی گذر جاتے تو کوئی
آنکھ اُٹھا کر بھی اِن کی طرف نہ دیکھتا۔ اس
کو عدل و انصاف کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اور وہ
قانون کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ جب اِس
کے بیٹے نے بغاوت کی۔ تو اس نے اُسے بھی
پھانسی دے دی۔ مگر اس واقعہ کا اس کے دل و

دماغ پر اتنا اثر ہوا کہ پھر کسی نے اسے ہنستے
نہیں دیکھا۔ اس کے زمانے میں زراعت کو بڑی
ترقی ہوئی اور غلّہ بے حد سستا ہو گیا۔ صنعت و
حرفت کو بھی بڑا عروج ہوا۔ قرطبہ اور اشبیلیہ کے
علاوہ بہت سے شہروں میں صنعت و حرفت کے
کتنے ہی کارخانے قائم تھے۔ اس نے ۵۰ سال حکومت
کی اور ۷۳ سال کی عمر پائی۔ ۲ رمضان ۳۵۰ھ
کو اس نیک دل اور قابل بادشاہ کا انتقال ہو گیا؛

سوالات

۱۔ عبدالرحمٰن کو ثالث کیوں کہتے ہیں؟

۲۔ عبدالرحمٰن نے بادشاہ ہو کر دشمنوں کو دوست کیسے بنایا؟

۳۔ عبدالرحمٰن کے ملکی انتظامات اور ترقیوں کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

(ہدایت)

سقراط

ملک یونان میں ایک شہر تھا ایتھنز۔ یہ شہر
کسی زمانے میں اپنی خوب صورتی رونق اور علم
و فن کا مرکز ہونے کے لحاظ سے بہت مشہور تھا
اور دُنیا کے چند بڑے شہروں میں سمجھا جاتا تھا۔
اسی شہر ایتھنز کے پاس ایک موضع ایلوپیکی میں
سقراط پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش ۴۶۹ سنہ قبل مسیح
میں ہوئی۔ سقراط کے باپ کا نام "سافرونس کس" تھا
یہ تھا تو بہت غریب مگر اپنے علاقے کے شریف
لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کا پیشہ بُت تراشی
تھا۔ اس نے سقراط کو بھی یہ فن سکھایا اور سقراط
اس فن میں اتنی ترقی کر گیا کہ اس کے بنائے
ہوئے بُت باہر سے آنے والے لوگوں کو ایتھنز کے
عجائبات کے طور پر دکھائے جاتے تھے۔ لیکن باپ

کے انتقال کے بعد اس نے بُت تراشی کا پیشہ
چھوڑ دیا اور لوگوں کے بگڑے ہوئے اخلاق اور
خیالات درست کرنے لگا۔ سقراط کا دعویٰ تھا کہ مجھے
خدا نے اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ وہ کہتا تھا
کہ مجھے ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ جو مجھے بُری
باتوں سے روکتی ہے۔ اس نے لوگوں کو بتوں کی
پُوجا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ اُس خدا کی
عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس زمانے
میں علم کا بڑا زور تھا اور عام طور سے لوگ علم
کی وجہ سے مغرور ہو گئے تھے۔ سقراط راستے میں
کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے طرح طرح کے سوالات
کرتا۔ جب وہ اس کے سوالات کے صحیح جواب نہ
دیتے تو وہ انہیں بتاتا کہ دیکھو تمہارا علم کتنا ناقص
ہے۔ اس کے بعد وہ ان کی غلطیاں بیان کرکے
ان سے کہتا کہ انسان کو جو عقل اور علم دیا گیا
ہے۔ وہ نامکمل ہے اس پر قطعی بھروسہ نہیں کرنا
چاہیئے۔ نہ علم کی وجہ سے مغرور ہونا چاہیئے۔ اس

کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر کے اکثر لوگ اس سے
ناراض ہو گئے اور پجاری تو اس کی جان کے
دشمن ہو گئے۔

اس زمانے میں ایتھنز پر بڑے جابر اور ظالم
لوگوں کی حکومت تھی۔ وہ رعایا اور غریب عوام کو
بڑا تنگ کرتے تھے اور لوگوں کو معمولی معمولی باتوں
پر قتل کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار ان ظالم
حاکموں نے شہر کے پانچ شرفاء کو بلا کر حکم دیا
کہ فلاں شخص کو گرفتار کر کے ہمارے سامنے لاؤ
ان پانچ شرفاء میں سقراط بھی شامل تھا۔ مگر جس
شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا تھا سقراط
کے خیال میں وہ بے گناہ تھا۔ اس لیئے اُس
نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ سقراط
کی اس جرأت اور بے خوفی پر لوگ حیران
رہ گئے۔ اسی طرح ایک بار ان ظالم حکمرانوں
کی طرف سے حکم دیا گیا کہ "الفاظ کا سکھانا
بند کیا جائے"۔ یعنی تقریر کا فن نہ سکھایا جائے

تو سقراط نے اس کی پوری مخالفت کی۔ اور
کھلم کھلا کہا یہ بالکل لغو حکم ہے اور اس پر
عمل نہیں کیا جا سکتا۔

سقراط کی یہ جرأت اور صاف گوئی حاکموں
کو سخت ناگوار گذری اور وہ اس کے خلاف
ہو گئے۔ ادھر شہر کے بہت سے لوگ اور مندروں
کے پجاری اس کے پہلے ہی دشمن ہو چکے
تھے۔ ان لوگوں نے بھی حاکموں سے سقراط کی
شکایت کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے گرفتار
کر کے عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس پر
دو بڑے الزام لگائے گئے۔ ایک یہ کہ وہ نوجوانوں
کے اخلاق بگاڑتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ان بتوں
کو بُرا کہتا ہے جن کی لوگ عزت کرتے ہیں۔ آخر
عدالت نے اس کے لیئے موت کی سزا تجویز کی
اور ۳۹۹ھ قبل مسیح میں جب اس کی عمر ستّر
سال کی تھی زہر کا پیالہ پلا کر اسے ہلاک کر
دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ جب اسے زہر کا پیالہ دیا

گیا تو نہ اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ پیدا ہوئی
اور نہ چہرے پر خوف کے آثار ظاہر ہوئے۔
بلکہ اس نے بڑے اطمینان سے زہر کا پیالہ پی
لیا۔ دنیا کا مشہور حکیم اور دانا لقمان اسی سقراط
کا شاگرد تھا۔

سوالات

۱۔ سقراط نے کیا دعویٰ کیا تھا؟

۲۔ سقراط نے کیا تعلیم دی؟

۳۔ سقراط کی جرأت کا کوئی واقعہ بیان کرو۔

فردوسی

فردوسی دُنیا کے اُن چند بڑے اور نامور
شاعروں میں سے تھا، جن کا نام علم و ادب کی
تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس کا نام حسن اور
تخلص فردوسی تھا۔ ملک ایران کے علاقے طوس میں
پیدا ہؤا۔ فردوسی کا باپ خوش حال آدمی تھا۔ اس
لیئے فردوسی کی زندگی بڑے آرام سے گذری۔ ہوش
سنبھالتے ہی اسے مکتب میں پڑھنے کے لیئے بٹھا
دیا گیا اور اس نے اپنے زمانے کے تمام علوم
حاصل کر لیئے۔ اس کے بعد اسے خیال پیدا ہؤا
کہ کوئی ایسا کام کر جائے جس سے اس کے ملک
اور قوم کا نام روشن ہو۔ فردوسی ایران کے ان
بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا جن کی شان و
شوکت اور بہادری نے ایک دُنیا سے لوہا منوا لیا

تھا۔ چنانچہ اس نے ان بادشاہوں کے کارناموں کو
نظم کی صورت میں لکھنے کا ارادہ کیا۔ اور پھر
اس کام میں مصروف ہو گیا۔ شاہنامہ فردوسی کی
انہیں نظموں کا مجموعہ ہے جس میں ایران کے بادشاہوں
اور ایرانی پہلوانوں کے کارنامے بیان کیئے گئے ہیں۔
اس نظم کا کچھ حصّہ لکھنے کے بعد اسے خیال پیدا
ہؤا کہ جب تک کسی بادشاہ کی سرپرستی حاصل نہ
ہو اُس وقت تک اتنا بڑا کام نہیں ہو سکتا۔ یہ
سوچ کر وہ طوس سے چل کر غزنی پہنچا تا کہ
سلطان محمود غزنوی کے دربار میں حاضر ہو
کر اپنا مقصد بیان کرے۔ غزنی پہنچ کر اس کی
ملاقات سلطان محمود کے ایک درباری سے ہوئی۔ جس
کا نام ماہک تھا۔ ماہک فردوسی کی لیاقت اور
اس کی شاعرانہ قابلیّت سے بڑا خوش ہؤا۔ اور
ایک روز موقع پا کر شاہنامہ فردوسی کے کچھ شعر
سلطان کو سنائے۔ سلطان شعر سُن کر چونک پڑا اور
پوچھا یہ شعر کس کے ہیں؟ ماہک نے فردوسی کا

سارا حال بیان کیا۔ سلطان محمود نے فردوسی کو
دربار میں بلا کر اس کی بڑی عزت افزائی کی
اور اسے شاہنامہ لکھنے پر مقرر کر دیا۔ طے یہ ہوا
کہ فردوسی کو ہر شعر کے عوض ایک اشرفی دی
جائے گی۔ مگر اسی دوران میں سلطان محمود فردوسی
سے خفا ہو گیا کیونکہ فردوسی کی خط و کتابت ایک
ایسے بادشاہ سے تھی جس سے سلطان محمود بہت نفرت
کرتا تھا۔

جب شاہنامہ مکمل ہو گیا اور فردوسی نے اسے
سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا تو بادشاہ نے
اس سے خفا ہونے کی وجہ سے اس کا صلہ ایک
اشرفی فی شعر کی بجائے ایک روپیہ فی شعر دیا۔
یہ بات فردوسی کو بہت ناگوار گذری۔ اور اس نے
وہیں کھڑے کھڑے یہ سارا روپیہ لٹا دیا۔ اس کے
بعد وہ غزنی سے ایران چلا آیا۔ اور چلتے وقت
سلطان محمود کے وزیر ایاز کو ایک بند لفافہ دے کر
کہا کہ میرے جانے کے بیس روز بعد اسے بادشاہ

کی خدمت میں پیش کر دینا۔ بیس روز کے بعد
جب یہ لفافہ کھولا گیا تو اس میں سے ایک نظم
نکلی۔ جس میں بادشاہ کی بُرائی کی گئی تھی۔ سلطان
محمود کو اس واقعہ کا بہت افسوس ہوا۔ اور اُس
نے وعدے کے مطابق شعروں کی تعداد کے برابر
اشرفیاں فردوسی کو بھجوا دیں مگر قسمت کی بات کہ
شہر کے ایک دروازے سے بادشاہ کا آدمی اشرفیاں
لے کر داخل ہو رہا تھا۔ اور دوسرے دروازے سے
فردوسی کا جنازہ نکل رہا تھا۔

سوالات

۱۔ فردوسی نے شاہنامہ کیوں لکھا تھا؟

۲۔ سلطان محمود نے فردوسی کو اشرفیوں کی بجائے روپے کیوں دیئے؟

۳۔ فردوسی کو اشرفیاں بھجوانے والا واقعہ بیان کرو۔

کالی داس

آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان پر ایک راجہ حکومت کرتا تھا۔ جس کا نام بکرماجیت تھا۔ یہ بہت بڑا راجہ تھا۔ اور اس کے دربار میں ہر علم و فن کے باکمال جمع رہتے تھے۔ انہیں باکمالوں میں کالی داس بھی تھا۔ اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ کالی داس کشمیر کا اور بعض کے خیال میں مالوہ کا رہنے والا تھا۔ یہ بہت غریب ماں باپ کا بیٹا تھا اور اس کی زندگی بہت تکلیف سے گذرتی تھی۔ جوانی کی عمر کو پہنچ کر اس کے دل میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ غریبی کے باوجود اس نے ہمّت نہ ہاری اور پڑھنا شروع کر دیا اور پھر اتنی ترقی کی کہ ہندوستان کے راجہ بکرماجیت نے اسے نہایت عزت سے اپنے دربار میں بلایا۔ اسے

بڑا انعام دیا۔ اور ملک الشعراء کا خطاب عطا کیا۔

کالی داس سنسکرت زبان کا سب سے بڑا شاعر اور ڈرامہ نگار تھا۔ یہ بڑا عالم فاضل شخص تھا علم طب۔ جغرافیہ۔ فلسفہ۔ سیاست اور ہندو مذہب کے علاوہ اور بہت سے علوم کا بھی ماہر تھا۔ اس نے سنسکرت زبان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جنہیں دُنیا کی اعلےٰ درجے کی کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے اس کی کتابوں میں "شکنتلا" "وکرم اورسی" "رگھوبنس" اور "میگھ دوت" بہت مشہور ہیں۔ اور دُنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں ان کے ترجمے ہو چکے ہیں۔

کالی داس کو پڑھنے لکھنے کے بعد سب سے زیادہ شوق سیر و سیاحت اور شکار کا تھا۔ اس نے شمالی ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں کی سیر کی۔ پہاڑی علاقوں اور قدرتی مناظر کو بھی دیکھا اور اس طرح اپنے مطالعہ اور تجربے کو خوب بڑھایا۔ اور جو کچھ دیکھا اور سیکھا وہ اپنی کتابوں

ہیں لکھ کر ساری دنیا کو اس سے فائدہ پہنچایا۔
کالی داس نہایت عمدہ اخلاق کا مالک تھا اور
چاہتا تھا کہ لوگ بھی اس کے جیسے اخلاق پیدا
کر لیں۔ وہ عورتوں کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اسے
بد اخلاق اور عورتوں پر ظلم کرنے والے لوگوں
سے سخت نفرت تھی۔ وہ سخت سے سخت محنت
برداشت کر لیتا تھا۔ اور ارادے کا بڑا پکّا تھا۔
اس نے اجین کے شہر میں وفات پائی۔ اور چھپرا
ندی کے کنارے اس کی راکھ دفن ہے۔

سوالات

۱۔ کالی داس کو اس قدر ترقی کیسے نصیب ہوئی؟
۲۔ اس کی مشہور مشہور کتابوں کے نام بتاؤ۔
۳۔ کالی داس کی سیرت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

اسحٰق نیوٹن

یورپ کے سائنس دانوں میں نیوٹن بہت مشہور
سائنس داں تھا۔ یہ لنکولنشائر کے ایک قصبے ولز
تھارپ کے مقام پر ۱۶۴۲ء میں پیدا ہوا۔ بچپن
میں بہت دبلا پتلا اور انتہائی کمزور صحت کا تھا
اس کے علاوہ لکھنے پڑھنے میں بہت سُست بھی
تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس کے ساتھ پڑھنے
والے لڑکوں میں سے ایک لڑکا بہت اچھے نمبروں
میں پاس ہوا۔ اور نیوٹن بہت پیچھے رہ گیا۔ نیوٹن
پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا اور اس نے ارادہ
کر لیا کہ وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ نمبر
حاصل کرے گا۔ یہ ارادہ کر کے اُس نے رات دن
پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نیوٹن
جو جماعت میں سب سے زیادہ نالائق سمجھا جاتا تھا

سب سے زیادہ لائق سمجھا جانے لگا۔

نیوٹن کو شروع ہی سے نئی نئی چیزیں بنانے کا بڑا شوق تھا۔ اسکول میں جب تفریح کے لیئے چھٹی ہوتی اور سارے لڑکے کھیل کود میں لگے ہوتے اُس وقت نیوٹن پانی کی گھڑی، چولہے سے چلنے والی چکی اور اسی قسم کے بعض دُوسرے کھلونے بناتا ہوتا۔ اسکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد اسے کالج میں داخل کر دیا گیا۔ کالج میں بھی اس نے نہایت اچھے نمبر لیئے اور سارے لڑکوں میں اوّل آیا۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اس نے سائنس کی دُنیا میں ایسی ایسی باتیں دریافت کیں۔ کہ لوگ حیرت میں آ گئے۔ نیوٹن پہلا شخص ہے جس نے دریافت کیا کہ زمین میں ہر چیز کو اپنی طرف کھینچنے کی قوت ہے اور زمین کی ساری چیزیں اس کی کشش کی وجہ سے اُس کی طرف کھنچتی رہتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ سب فضا میں اُڑتی پھریں اور انسانی زندگی ختم ہو جائے۔

اس کی دُوسری دریافت یہ ہے کہ سُورج اور چاند کی کشش کی وجہ سے سمندر میں اتار چڑھاؤ آتے ہیں۔

اس نے تیسری بات یہ دریافت کی کہ دُنیا بالکل گول نہیں ہے بلکہ اس کے قطبوں پر چپٹاپن ہے۔

اس نے چوتھی بات یہ معلوم کی کہ روشنی بہت سے رنگوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔

نیوٹن نے ان دریافتوں پر بڑی محنت اور بڑا وقت صرف کیا۔ زمین کی کشش والی دریافت پر تو اسے ۱۷ سال غور اور تجربے کرنا پڑے تھے، مگر وہ ہمّت نہ ہارا اور مستقل مزاجی سے اس نے اپنا کام جاری رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اسے سر کا خطاب دیا گیا۔ کتنی ہی علمی انجمنوں کا ممبر بنایا گیا۔ اور جب ۸۵ سال کی عمر پا کر وہ ۱۷۲۷ء میں فوت ہُوا تو ملک کے تمام اعلیٰ افسر وزیر، امیر اور شہر کے لوگوں میں سے ہزاروں آدمی اس کے جنازے کے ساتھ تھے۔

نیوٹن بڑا محنتی بہت مستقل مزاج اور نہایت
عالی دماغ شخص تھا۔ وہ صرف شہرت اور واہ واہ
کے شوق میں کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا تھا۔
جب تک کہ اس کی خوب چھان بین کر کے
اپنی تسلّی نہیں کر لیتا تھا۔ دُنیا کا اتنا بڑا سائنس
دان ہونے کے باوجود اس میں غرور کا نام و نشان
نہ تھا۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو بہت کم علم آدمی
سمجھتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ "علم ایک سمندر ہے
اور میں اس کے کنارے کھڑا ہوا پتھر اور سیپیوں
سے کھیل رہا ہوں"

سوالات

۱۔ وہ کون سا واقعہ تھا جس نے نیوٹن کو لکھنے پڑھنے میں محنت کرنے پر مجبور کر دیا؟

۲۔ نیوٹن نے کون کون سی دریافتیں کیں؟

۳۔ نیوٹن کی سیرت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

کولمبس

یورپ کے برّاعظم میں ایک ملک ہے جسے اٹلی
کہتے ہیں۔ اسی اٹلی کے مشہور اور تاریخی شہر جینوا
کے مقام پر ۱۴۴۷ء میں کولمبس پیدا ہوا۔ اس کا
پُورا نام کرسٹوفر کولمبس تھا۔ جب کولمبس نے ذرا ہوش
سنبھالا تو اسے اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں
اس نے حساب، جغرافیہ، نجوم، ڈرائنگ اور تصویر کشی
کے علوم حاصل کیئے۔

کولمبس کو بچپن ہی سے سمندر، جہازوں اور بحری
سفر سے بڑی دل چسپی تھی۔ اس کا گھر سمندر کے
قریب تھا۔ اس لیئے خالی وقت میں وہ اپنے بھائیوں
کو لے کر ساحل پر چلا جاتا اور باہر سے آنے
والے جہاز کے مسافروں سے ان کے سفر کی باتیں
بڑے شوق سے سنتا۔ آخر اُسے ملاح بننے کا شوق

پیدا ہوُا۔ اسی شوق کو پُورا کرنے کے لیئے اس نے
بحری فوج میں ملازمت کی اور کئی بحری لڑائیوں
میں حصّہ لے کر بڑی بہادری کے کارنامے دکھائے۔ اس
نے کئی ملکوں کے سفر کیئے۔ مگر اس کا شوق پھر
بھی پُورا نہ ہوُا۔

کچھ عرصے کے بعد اسے ہندوستان دریافت کرنے
کا خیال پیدا ہوُا۔ اس خیال کو پُورا کرنے کے لیئے
وہ پرتگال گیا۔ کیونکہ پرتگال کے لوگ بہت اچھے ملاح
تھے۔ وہاں رہ کر اُس نے سمندروں اور سمندروں کے
کنارے کے ملکوں کے متعلق بہت سی کتابیں پڑھیں۔

اس کے بعد اس نے پرتگال کے بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہو کر ہندوستان دریافت کرنے کے لیئے امداد
کی درخواست پیش کی۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی
کولمبس نے پھر بھی ہمّت نہ ہاری اور وہ پرتگال سے
اسپین گیا۔ لیکن وہاں سے بھی اسے ناکام واپس آنا
پڑا۔ اس کے بعد وہ فرانس پہنچا۔ یہاں ایک پادری
سے اس کی ملاقات ہوئی۔ اس پادری نے بادشاہ

سے کولمبس کی سفارش کی اور بادشاہ نے اس کے
لیئے تین جہازوں اور کچھ آدمیوں کا انتظام کر دیا۔

۳ر اگست ۱۴۹۲ء کو کولمبس یہ جہاز لے کر
ہندوستان دریافت کرنے کے لیئے روانہ ہو گیا۔ راستے
میں اسے بڑے سخت طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ خوراک
ختم ہو جانے کی وجہ سے اسے کئی کئی روز فاقے
کرنے پڑے۔ بعض جزیروں کے لوگوں نے مسلح ہو کر
اس کے جہازوں پر حملے کیئے۔ کئی جگہ سخت لڑائیاں
ہوئیں اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔
مگر کولمبس نے ہمّت نہ ہاری۔ گو وہ ہندوستان تو
دریافت نہ کر سکا لیکن اور بہت سے جزیرے دریافت
کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ وہی جزیرے ہیں جنہیں
آج کل جزائر شرق الہند کہتے ہیں۔ ان جزائر کے
علاوہ اس نے امریکہ بھی دریافت کر لیا۔ یہ اُس
کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس نے بہت سے
ایسے جزیرے بھی دریافت کیئے جن میں سے بڑی
کثرت سے سونا نکلتا تھا۔ اس سے اسپین کو بڑا

فائدہ ہوا اور کولمبس ہی کی بدولت اسپین نے بڑی طاقت حاصل کی۔ جب وہ اسپین واپس گیا تو وہاں کے لوگوں اور بادشاہ نے اس کا نہایت محبت سے استقبال کیا۔ وہ جس شہر میں سے گذرا اس کے بڑے شان دار جلوس نکالے گئے اور اسے بڑی دعوتیں دی گئیں۔

آخر ۲۰ مئی ۱۵۰۶ء کو اس باہمت سیاح کا انتقال ہو گیا۔

سوالات

۱۔ کولمبس کس شہر میں پیدا ہوا؟

۲۔ کولمبس کو سفر کے دوران میں کون کون سی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں۔

۳۔ کولمبس کو اس کی محنت اور ہمت کا کیا صلہ ملا؟

جلال الدین رومیؒ

مولانا جلال الدین رومیؒ فارسی زبان کے بہت مشہور شاعر اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ اُن کا نام محمدؐ اور لقب جلال الدّین تھا۔ مولانا رومؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی پیدائش ۶۰۴ھ میں بلخ کے مقام پر ہوئی۔ مولانا رومؒ کے والد شیخ بہاءالدّین بھی بہت بڑے عالم اور اپنے زمانے کے باکمال بزرگ تھے۔ مولانا رومؒ نے ابتدائی تعلیم انہیں سے حاصل کی۔ اس کے بعد ان کے والد نے انہیں اپنے ایک خاص مرید سیّد برہان الدّین کے سپرد کر دیا۔ سیّد صاحب بھی بہت عالم فاضل اور نہایت نیک بزرگ تھے۔ مولانا رومؒ نے ان کی صحبت میں رہ کر بہت سے علوم حاصل کیئے۔ علم کا شوق اس کے بعد بھی کم نہ ہوا۔ اور مولانا رومؒ نے اور

زیادہ پڑھنے کے لیئے شام کا سفر کیا۔ اس زمانے میں
شام کے دو شہروں حلب اور دمشق میں بہت بڑے
کالج قائم تھے۔ مولانا رُومؒ نے کئی سال حلب میں
اور سات سال دمشق میں رہ کر خوب تعلیم حاصل
کی۔ اور اپنے زمانے کے اتنے بڑے عالم بن گئے
کہ بڑے بڑے عالم ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے
تعلیم مکمل کرنے کے بعد مولانا رُومؒ نے اپنے علم سے
دُوسروں کو فائدہ پہنچانا شروع کیا۔ دُور دُور سے طالبِ علم
اُن کے پاس آتے اور عالم فاضل بن کر واپس
جاتے۔ سرکاری حکام اور وزیروں سے لے کر بادشاہ
وقت تک اُن کا ادب کرتے۔ وزیر تو وزیر خود بادشاہ
اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

کچھ عرصے کے بعد مشہور بزرگ حضرت شمس تبریزؒ
سے مولانا رُومؒ کی ملاقات ہوئی اور پھر دونوں میں
ایسے تعلقات قائم ہو گئے کہ گھڑی بھر کو بھی ایک
دُوسرے سے جُدا نہ ہوتے۔ مولانا رُومؒ با کمال عالم
تو پہلے ہی تھے۔ حضرت شمسؒ کی صحبت میں رہنے

سے اُن کی رُوحانی حالت بھی نہایت اعلیٰ درجے
کی ہو گئی۔ پھر تو اُن کے اور خدا کے درمیان
کوئی پردہ باقی نہ رہا۔ اُن کے زمانے کے بڑے
بڑے بزرگ ان کا ادب کرتے تھے اور اُن کی
خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے رُوحانی فیض حاصل
کرتے تھے۔ آخر چند روز بیمار رہ کر ۵ر جمادی الثانی ۶۷۲ھ
کو مولانا رُومؒ کا انتقال ہو گیا۔

مولانا رُومؒ بہت متقی پرہیزگار اور بہت عبادت
گذار بزرگ تھے۔ طبیعت میں بڑی سادگی اور انکساری
تھی۔ ہر شخص سے نہایت محبت سے پیش آتے۔ رئیسوں
اور امیروں کی صحبت سے دُور بھاگتے۔ وہ بہت
خود دار تھے۔ کسی کا احسان لینا گوارا نہ کرتے۔ اگر
کوئی امیر انہیں مجبور کر کے کچھ رقم دے جاتا تو
فوراً اُسے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔

مولانا رُومؒ بہت بڑے شاعر تھے۔ انہوں نے
کئی کتابیں لکھیں۔ اُن کی سب سے مشہور کتاب
مثنوی ہے۔ اور عام طور سے یہ کتاب "مثنوی مولانا رومؒ"

کے نام سے مشہور ہے۔ اس مثنوی میں ہزاروں شعر
ہیں۔ اور ان شعروں کے ذریعہ سے مولانا رُومؒ نے
اخلاق کی درستی کا کام لیا ہے۔ ساری کتاب نہایت
دلچسپ قصّوں سے بھری پڑی ہے۔ اور ہر قصّے کے
آخر میں اس سے بہت مفید نتیجے نکالے گئے ہیں۔
دُنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو
چکے ہیں اور اس کی بہت سی شرحیں لکھی جا
چکی ہیں ۔

سوالات

۱۔ مولانا رُوم کو یہ عزت اور شہرت کیوں حاصل ہوئی؟

۲۔ مولانا رُوم کی سیرت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

۳۔ مولانا رُوم کی سب سے مشہور کتاب کا نام بتاؤ اور اس کتاب پر کچھ روشنی ڈالو۔

سَر سیّد احمد خاںؒ

جس شخص نے ہندوستان کے مسلمانوں کو تباہی سے
بچا کر عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گذارنے کے
قابل بنایا اس کا نام سر سیّد احمد خاں ہے۔ سر
سیّد احمد خاں ۱۷ر اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا
ہوئے۔ ان کے والد کا نام میر متقی تھا۔ یہ قوم کے
سیّد تھے اور مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے دربار
میں انہیں بڑی عزت حاصل تھی۔ مگر ذرا آزاد طبیعت آدمی
تھے۔ اس لیئے سر سیّد کی تعلیم و تربیّت ان کی والدہ
نے کی جو بڑی نیک اور ہوشیار بی بی تھیں۔ قرآن
شریف ختم کرنے کے بعد انہیں مکتب میں داخل کر
دیا گیا۔ یہاں انہوں نے فارسی کی کتابیں گلستان۔
بوستان اور کچھ عربی پڑھی۔ اٹھارہ انیس سال کی عمر
میں انہوں نے مکتب چھوڑ دیا اور پھر اپنے طور پر

سر سید احمد خان صاحب

اُردو، فارسی اور عربی پڑھنے لگے۔ رفتہ رفتہ ان کی قابلیّت اتنی بڑھ گئی کہ اپنے زمانے کے مشہور عالم ہو گئے۔ اور بہت سی کتابوں کے مصنف بن گئے اُنہوں نے قرآن شریف کی تفسیر بھی لکھی۔

۱۸۳۸ء میں جب سر سیّد کی عمر بائیس سال کے قریب تھی۔ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ان کی مالی حالت بہت خراب ہو گئی۔ اس لیئے مجبوراً انہیں ملازمت کرنی پڑی۔ کچہری میں سر رشتہ دار کی حیثیّت سے انہوں نے ملازمت کی ابتدا کی۔ اور ترقی کرتے کرتے ۱۸۴۱ء میں وہ مین پوری کے مصنّف بن گئے۔ اور پھر جج کے عہدے تک پہنچ گئے۔

سر سیّد بجنور میں صدر امین تھے کہ ۱۱ر مئی کو میرٹھ میں اور اس کے بعد دلّی میں ہندوستانی فوجوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ بجنور کی فوج بھی باغی ہو گئی اور اس نے انگریزوں، ان کی عورتوں اور بچّوں کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ سر سیّد نے اس موقع پر معصوم بچّوں، بے گناہ عورتوں اور

نہتّے انگریزوں کی امداد کی۔ اور انہیں حفاظت کے ساتھ محفوظ مقام پر بھجوا دیا۔ سر سید کے اس کارنامے سے انگریز بہت خوش ہوئے۔ اور جب بغاوت ختم ہو گئی تو انگریزوں نے سر سیّد کو بہت سے خطابات دیئے اور ایک بڑی جائداد انعام کے طور پر دینی چاہی۔ مگر سر سیّد نے یہ کہہ کر جائداد لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے انگریزوں اور اُن کی عورتوں۔ بچّوں کو انعام کے لالچ میں آ کر نہیں بچایا بلکہ یہ میرا اسلامی اور اخلاقی فرض تھا۔

جب باغیوں کو شکست ہو گئی اور انگریزوں کی حکومت دوبارہ پھر قائم ہو گئی تو انہوں نے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر پھانسی دینی شروع کر دی۔ اس موقع پر سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کی بڑی مدد کی۔ انہوں نے انگریزوں کو سمجھایا کہ بغاوت میں سارے مسلمان شریک نہیں تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے ایک رسالہ "اسباب بغاوت ہند" لکھ کر ثابت کیا کہ اس بغاوت کی وجہ یہ ہے کہ انگریز ہندوستانیوں

کے ساتھ ذلّت کا سلوک کرتے تھے اور ان پر ظلم
بھی کرتے تھے۔ اس لیئے اس کی ذمہ داری خود انگریزوں
پر عائد ہوتی ہے۔ سر سیّد کی کوششوں کا بڑا مفید نتیجہ
نکلا۔ اور انگریزوں نے مسلمانوں کو اندھا دھند پھانسیاں دینے
کا طریقہ ختم کر دیا۔ اس طرح سر سیّد نے ہزاروں
لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو قتل ہونے سے بچا لیا۔

سر سیّد احمد خاں نے مسلمانوں کی بھلائی کا دوسرا
کام یہ کیا کہ ان میں انگریزی پڑھنے کا شوق پیدا
کیا۔ اس زمانے میں ہندو اور دوسرے غیر مسلم سکولوں
اور کالجوں سے پڑھ پڑھ کر نکل رہے تھے اور سرکاری
عہدے حاصل کر رہے تھے، مگر مسلمان انگریزی زبان
کو کافروں کی زبان سمجھ کر اس کا پڑھنا گناہ سمجھتے
تھے۔ اگر مسلمان چند سال اور انگریزی نہ پڑھتے تو سارے
سرکاری عہدے ہندوؤں کے قبضے میں چلے جاتے اور
مسلمان ہمیشہ کے لیئے ہندوؤں کے غلام بن جاتے۔
اس لیئے سر سیّد نے سارے ہندوستان کے دورے
کیئے اور مسلمانوں کو جمع کر کے انہیں انگریزی تعلیم

کے فائدے سمجھائے۔ آخر ان کی کوششوں سے مسلمانوں
نے انگریزی پڑھنا شروع کر دی۔

سر سیّد مسلمانوں کے لیئے ایک ایسا کالج قائم کرنا
چاہتے تھے۔ جس میں انگریزی۔ اردو۔ عربی اور فارسی
سب زبانیں پڑھائی جائیں تا کہ مسلمان جہاں انگریزی
اور نئے نئے علوم حاصل کریں وہاں اسلام کی محبت
اور دین کی واقفیّت بھی ان میں پیدا ہو جائے
۲۴ر مئی ۱۸۷۵ء کو علی گڑھ میں انہوں نے ایک
ایسے ہی کالج کی بنیاد رکھی۔ جو اب علی گڑھ مسلم
یونی ورسٹی کے نام سے مشہور ہے اور جس میں ہزاروں
مسلمان تعلیم پا کر بڑے بڑے عہدوں پر پہنچے ہیں۔ تین
روز بیمار رہ کر ۲۷ر مارچ ۱۸۹۸ء کو سر سیّد احمد
خاں کا انتقال ہو گیا۔

سوالات

۱۔ سر سیّد نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں مسلمانوں کی کیا خدمت کی؟

۲۔ سر سیّد نے مسلمانوں کی بھلائی کا اور کیا کام کیا؟

ٹیپو سُلطان

ٹیپو سُلطان دُنیا کے ان چند ناموَر لوگوں میں سے تھے جنھوں نے ملک اور قوم کی خاطر بڑی بہادری سے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ وہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حیدر علیؒ تھا جو بہت بڑے فاتح اور میسور کی اسلامی سلطنت کے بانی تھے۔ جب ٹیپو سلطان کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو اُس زمانے کے لائق اور قابل اُستادوں کو اُن کی تعلیم کے لیے مقرر کیا گیا جنھوں نے انہیں عربی۔ فارسی اور دکنی زبانوں کی تعلیم دی اس کے علاوہ ماہر جرنیلوں نے انہیں فن جنگ کی تعلیم دی۔ اور پندرہ سال کی عمر میں ٹیپو سلطان اپنے زمانے کے نہایت عمدہ جرنیل بن گئے۔ اس کے بعد ان کے والد سُلطان حیدر علی نے انہیں اپنی

نگرانی میں لے لیا۔ اور کئی جنگوں میں اپنے ساتھ رکھ کر فنِ جنگ کی تربیت دی۔

سلطان ٹیپوؒ کی عمر ۲۲ سال کی تھی کہ سلطان حیدر علیؒ نے انہیں پہلی بار اپنی فوجوں کا سپہ سالار بنا کر مرہٹوں کے مقابلے پر بھیجا۔ اس جنگ میں سلطان ٹیپوؒ نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور مرہٹوں کو ایسی شکست دی کہ وہ اپنا سامان جنگ اور خوراک تک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد سلطان ٹیپوؒ نے ایک اور جنگ میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام دکن کی متحدہ فوج کو ذلّت ناک شکست دی اور مدراس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں کامیابی کے بعد ہر طرف سلطان ٹیپوؒ کی بہادری کا سکّہ جم گیا۔ یہ لڑائی "میسور کی پہلی جنگ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد سلطان ٹیپوؒ نے "میسور کی دوسری جنگ" میں بھی انگریزوں کو کئی شکستیں دیں۔

۲۰ محرم ۱۱۹۶ھ کو سلطان حیدر علیؒ کا انتقال ہو گیا اور ٹیپوؒ سلطان میسور کے بادشاہ ہوئے۔ ٹیپوؒ سلطان

کے بادشاہ ہوتے ہی ملک میں ہر طرف سازشیں اور
بغاوتیں ہونے لگیں۔ اس کے علاوہ مرہٹوں۔ نظام دکن
اور انگریزوں نے مل کر سلطان کے خلاف محاذ قائم
کر لیا۔ مگر سلطان ٹیپو نے بڑی عقل مندی اور بہادری
سے تمام سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ ساری بغاوتوں کو
دبا دیا اور ملک میں امن و امان قائم کرنے کے
بعد انہوں نے انگریزوں کی طرف رُخ کیا۔ نظام دکن
اور مرہٹوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ مگر سلطان ٹیپو
نے تینوں کی متحدہ فوج کو کئی مقامات پر بڑی
سخت شکست دی۔ اور انگریزوں کے ہزاروں آدمیوں
کو قتل کر کے ان کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر
لیا۔ لیکن بد قسمتی سے ملک ہی میں ملک کے دشمن
اور غدّار پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے انگریزوں سے سازش
کر کے سلطان کو دھوکا دیا۔ ۲۲ر فروری ۱۷۹۹ء کو
جب انگریزوں۔ نظام دکن اور مرہٹوں کی متحدہ فوج
نے میسور پر حملہ کرنے کے لیے پھر بڑھنا شروع کیا تو
ان غدّاروں نے جن میں بڑے بڑے فوجی افسر اور

وزیر شامل تھے ٹیپو سلطان کے ساتھ دغا کر کے انہیں
غلط اطلاعات دیں اور کہا کہ آپ کی سلطنت پر
کوئی حملہ نہیں کر سکتا۔ ادھر یہ لوگ انگریزوں کو
پیغام بھجواتے رہے کہ تم آگے بڑھتے رہو۔ آخر انگریز
میسور میں داخل ہو گئے۔ اور انہی غدّاروں کی بدولت
سرنگا پٹم تک پہنچ گئے۔ ٹیپو سلطان نے آخر تک
میدان نہ چھوڑا اور بڑی بہادری سے جنگ جاری
رکھی۔ ۴ر مئی ۱۷۹۹ء کو سرنگا پٹم کے قلعہ میں ملک
اور قوم کی حفاظت کرتے ہوئے سلطان ٹیپو شہید ہو
گئے۔

سوالات

۱۔ سلطان ٹیپو کے ابتدائی حالات بیان کرو۔

۲۔ بادشاہ ہونے کے بعد سلطان ٹیپو نے ملک میں امن و امان قائم کرنے اور انگریزوں کو شکست دینے کے لیے کیا قدم اٹھائے؟

۳۔ ٹیپو سلطان کی شہادت کا حال بیان کرو۔

نپولین بونا پارٹ

بحیرۂ قلزم میں ایک جزیرہ ہے کارسیکا۔ اسی جزیرۂ کارسیکا کے مشہور شہر "اجیسیلو" میں ۱۵ اگست ۱۷۶۹ء کو دُنیا کا وہ زبردست فاتح پیدا ہُوا جسے نپولین بونا پارٹ کہتے ہیں۔

نپولین کو بچپن میں پڑھنے لکھنے کا شوق بالکل نہ تھا۔ ہاں اگر اسے کسی چیز سے دل چسپی تھی۔ تو جنگ کی کہانیوں سے۔ اس قسم کی داستانیں وہ بڑے شوق سے سنتا تھا جن میں حملہ آوروں کے کارنامے اور جیت ہار کے واقعات ہوتے تھے۔ وہ ابھی لڑکا ہی تھا کہ اپنے ہم جولیوں کا لیڈر بن گیا تھا وہ انہیں لے کر ایک فصیل کے پاس چلا جاتا اور دو حصوں میں تقسیم کر کے آپس میں لڑاتا اور خود سپہ سالار بنتا۔

آخر ماں کی محنت، کوشش اور دُنیا میں بڑا آدمی بننے کے شوق میں نپولین نے تعلیم کی طرف توجہ دی۔ سکول کی تعلیم ختم کر کے وہ پیرس کے فوجی کالج میں داخل ہُوا۔ اور کالج کی تعلیم مکمّل کرنے کے بعد اس نے فوج میں ملازمت کر لی یہیں سے اس کی ترقی اور ناموری کا دور شروع ہُوا۔ اس زمانے میں فرانس کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ لوگ بادشاہ کے خلاف تھے اور عوام کی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ ادھر انگریز اور آسٹریا فرانس کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ آخر سخت جنگ شروع ہو گئی۔ فرانس کے لوگوں نے بادشاہ کو پکڑ کر پھانسی دے دی۔ اور ایک نئی حکومت قائم کر دی۔ مگر جن لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت کا انتظام دیا گیا وہ مضبوط نہ تھے۔ اسی دوران میں انگریزوں اور آسٹریا سے فرانس کی جنگ شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں نپولین نے بڑی بہادری سے حصّہ لیا۔ اور ان کی فوجوں کو کئی مقامات پہ شکست دی۔ اس

بہادری کے صلے میں نپولین کو فوج کا جرنل بنا دیا
گیا۔ اس کے بعد نپولین مصر کی جنگ میں شریک
ہُوا۔ اور مصر کے بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا۔
نپولین ابھی مصر ہی میں تھا کہ انگریزوں اور آسٹریا
نے پھر فرانس پر حملہ کر دیا۔ اور فرانسیسی فوجوں
کو کئی جگہ شکست دے کر اس کے بہت سے
علاقے پر قبضہ کر لیا۔ یہ حالات دیکھ کر نپولین مصر
سے فرانس واپس آیا تا کہ اپنے ملک کو شکست
سے بچائے۔ اس نے فرانس پہنچ کر سب سے پہلا کام
یہ کیا کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت تھی انہیں
ہٹا کر خود حاکم بنا۔ اس کے بعد اُس نے ایک
زبردست فوج کے ساتھ انگریزوں اور آسٹریا کی فوج
پر ایسا حملہ کیا کہ ایک ماہ کے اندر ہی دشمن
کو سخت شکست ہوئی۔

۲، دسمبر سنہ ۱۸۰۴ء کو فرانس کے لوگوں نے پیرس کے
شہر میں نپولین کو اپنا بادشاہ بنایا۔ بادشاہ بننے کے
بعد نپولین نے ملک کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ اس

نے فوج کا انتظام درست کیا۔ قوانین میں مفید تبدیلیاں
کیں۔ تجارت اور زراعت کو ترقی دی۔ تعلیم کو
پھیلایا اور فرانس کو دُنیا کا طاقت ور اور ترقی یافتہ
ملک بنا دیا۔ اس نے بہت سی لڑائیاں لڑ کر
یورپ کے کتنے ہی ممالک آسٹریا۔ ہالینڈ۔ پرتگال
اور اسپین فتح کر لیئے۔ اور ہر طرف نپولین کے نام
کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کے بعد اس کی ناکامی کا
دور شروع ہُوا۔ اور اس کی ابتدا رُوس کے خلاف
اعلان جنگ سے ہوئی۔ رُوس کی گرمی، سردی اور
سخت برف باری کو نپولین کی فوجیں برداشت نہ کر
سکیں۔ اور رُوس کا بہت بڑا علاقہ فتح کر لینے کے
باوجود انہیں واپس آنا پڑا۔ مگر نپولین نے پھر بھی
ہمت نہ ہاری اور سنہ ۱۳۱۸ء میں اُس نے رُوس کے
خلاف پھر اعلان جنگ کر دیا۔ اس بار انگریزوں اور
یورپ کے اور بہت سے ممالک نے رُوس کی امداد کی
آخر نپولین کو شکست ہوئی اور اسے گرفتار کر کے
ایلبا نامی جزیرے میں نظر بند کر دیا گیا۔ مگر کچھ ہی

عرصے کے بعد وہ اس جزیرے سے نکل کر پھر فرانس
پہنچ گیا۔ اہلِ فرانس نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور
اپنا بادشاہ بنا لیا۔ مگر یہ کامیابی عارضی ثابت ہوئی۔ واٹرلو
کی مشہور لڑائی میں نپولین کو پھر شکست ہوئی۔ اس
کے بعد اسے گرفتار کر کے افریقہ کے پاس ایک جزیرے
سینٹ ہلینا میں قید کر دیا گیا۔ یہاں وہ نہایت
تکلیف کی زندگی گزار کر ۵ مئی سنہ ۱۸۲۱ء کو فوت
ہو گیا۔

سوالات

۱۔ نپولین کے بچپن کے حالات بیان کرو۔

۲۔ فرانس کا حاکم بننے کے بعد نپولین نے کیا اصلاحات کیں۔

۳۔ نپولین کے زمانۂ ناکامی کے واقعات بیان کرو۔

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

شاہ عبداللطیف بھٹائی سندھ کے بہت بڑے صوفی
اور سندھی زبان کے مشہور شاعر تھے۔ وہ ۱۴ صفر سنہ ۱۱۰۲ھ
مطابق سنہ ۱۶۸۹ء میں حیدر آباد سندھ کی تحصیل حالا میں
بھٹ شاہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا
نام شاہ حبیب اللہ تھا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی نے باقاعدہ
تعلیم حاصل نہیں کی۔ لیکن اپنے طور پر عربی، فارسی
ہندی، بلوچی اور پنجابی زبانیں انہوں نے بڑی محنت
سے سیکھیں اور ان میں بڑی مہارت پیدا کر لی۔
اس کے بعد انہیں سیر و سیاحت کا شوق پیدا
ہوا۔ اور انہوں نے گجرات کاٹھیا واڑ۔ لس بیلہ۔ مکران
اور بعض دوسرے مقامات کی سیر کی۔ اس سیر و
سیاحت کے زمانے میں انہیں دوسرے علاقوں کے
لوگوں سے ملنے جلنے اُن کے اخلاق و عادات معلوم

کرنے اور ان کے رسم و رواج جاننے کا موقع ملا۔
اس طرح ان کے علم اور تجربے دونوں میں بڑا اضافہ
ہوا۔ اور خیالات میں بلندی پیدا ہوئی۔ شاہ عبداللطیف
بھٹائی کا دل بڑا درد مند اور نازک تھا۔ اور معمولی
سے معمولی واقعہ کا بھی ان پر بڑا اثر ہوتا تھا۔
انہیں قرآن شریف سے بڑی محبت تھی اور یہ ہر
وقت اُن کے پاس رہتا تھا۔ انہیں حضرت محمدؐ صلی اللہ
علیہ وسلم سے بے حد عشق تھا۔ اور خدا کے بعد وہ
حضورؐ کے عشق میں ڈوبے رہتے تھے۔ وہ عرصے تک
درویشوں کے ساتھ پھرتے رہے اور بزرگ لوگوں کی
صحبت میں بیٹھ کر رُوحانی کمال حاصل کرتے رہے
اسی زمانے میں اُن کی شاعری کی ابتدا ہوئی۔
انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ سے انسان کو
انسان سے محبت کرنا سکھایا۔ اپنی قوم اور وطن سے
محبت کرنے کی تعلیم دی۔ اور خداوند تعالیٰ کو تلاش
کرنے اور اپنے آپ کو اُس کی ہستی میں گم کر
دینے کا درس دیا۔ شاہ عبداللطیف نے یہ ساری باتیں

اتنی آسان زبان میں بیان کیں کہ بے پڑھا لکھا
آدمی بھی انہیں سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھا سکتا
ہے۔ ایک شام کا ذکر ہے کہ وہ اپنے حجرے سے
باہر آئے۔ وضو کر کے نماز پڑھی۔ اور جب کافی
رات ہوگئی تو انہوں نے قوالوں کو اپنا کلام جو کافیوں کے نام سے مشہور ہے
پڑھنے کا حکم دیا۔ اُنہوں نے شاہ صاحب کی کافیاں
ڈھولک اور طنبور کے ساتھ پڑھنی شروع کیں۔ ساری
محفل پر وجد طاری ہو گیا۔ شاہ عبداللطیف نے
آنکھیں بند کیں۔ نیچے کو سر جھکایا اور اللہ تعالیٰ
کی یاد میں گم ہو گئے۔ صبح کے وقت جب
اُن کے مریدوں نے انہیں جگانا چاہا تو معلوم ہوا
کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ ان کی
وفات ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ء میں ہوئی۔ بھٹ شاہ
کے مقام پر انہیں دفن کیا گیا۔ جہاں ہر سال ۱۴ صفر
کو ان کا عرس ہوتا ہے۔

سوالات (۱) حضرت شاہ عبداللطیف کی شاعری کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

(۲) شاہ صاحب کے اِنتقال کا واقعہ بیان کرو۔

مولانا محمدّ علی جوہر

جن لوگوں نے ہندوستان کی آزادی کے لیئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا ان میں مولانا محمدّ علی جوہر کا نام ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مولانا محمدّ علی ۱۸۷۸ء میں یو پی کی مشہور ریاست رام پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبدالعلی خاں تھا۔ مولانا نے اُردو۔ فارسی۔ عربی کی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل کی۔ اس کے بعد انہیں سکول میں داخل کر دیا گیا۔ میٹرک کا امتحان پاس کر کے وہ علی گڑھ کالج میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے اُنہوں نے ۱۸۹۶ء میں بی اے کا امتحان پاس کر لیا۔ اور سارے صوبے میں اوّل آئے۔ اس کے بعد وہ انگلستان گئے۔ اور وہاں کے آکسفورڈ کالج میں داخل ہو گئے۔ مولانا کئی سال تک آکسفورڈ میں رہے

وہاں سے واپس آ کر اُنہوں نے کچھ عرصہ ہندوستان میں گذارا اور پھر انگلستان چلے گئے۔ اب کی بار وہ تاریخ کے مضمون میں آنرز کا امتحان پاس کر کے واپس آئے۔

انگلستان سے واپس آ کر وہ ریاست رام پور میں افسر تعلیمات ہو گئے۔ مگر اُن کی طبیعت میں آزادی بہت تھی۔ اس لیئے وہاں اُن کی نبھ نہ سکی۔ اور جلد ہی انہوں نے ملازمت چھوڑ دی۔ کچھ عرصے کے لیئے اُنہوں نے بڑودہ میں بھی ملازمت کی۔ مگر وہاں سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔ اور پھر کلکتہ جا کر کامریڈ کے نام سے ایک ہفت روزہ اخبار جاری کیا یہ انگریزی زبان کا اتنا عمدہ اخبار تھا کہ انگلستان کے لوگ بھی اسے بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔ اسی اخبار سے ان کی سیاسی زندگی کی ابتدا ہوئی۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے دِلّی سے ایک اُردو اخبار نکالا۔ یہ روزنامہ تھا اور اس کا نام "ہمدرد" تھا۔ یہ دونوں اخبار بڑے مقبول ہوئے۔ مولانا محمدّ علی نے

مولانا محمد علی جوہر مرحوم

ان اخباروں میں ملک کی آزادی کے لیے بڑے جوشیلے مضمون لکھے اور ہندوستان کے لوگوں کو بیدار کیا۔ اُنہوں نے انگریزوں پر بھی بڑے سخت اعتراضات کیئے۔ مولانا نے ترکوں کی حمایت میں ایک مضمون لکھ کر اپنے انگریزی اخبار کامریڈ میں شائع کیا۔ یہ بڑا سخت مضمون تھا۔ اسے پڑھ کر انگریزی حکومت تلملا اُٹھی۔ اور اُس نے مولانا محمدؐ علی کو گرفتار کر کے دو سال کے لیئے قید کر دیا۔ جیل سے چھُوٹنے کے بعد اُنہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لیئے مسلسل کام کیا۔ اُنہوں نے سارے ہندوستان کے دورے کیئے۔ ہندو مسلمانوں دونوں کو اتحاد و اتفاق سے رہنے کی نصیحت کی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ انہیں دُنیا کے دُوسرے مسلمانوں کا بھی خیال رہتا تھا۔ جب انگریز ترکوں پر حملہ کر کے انہیں تباہ کر رہے تھے۔ اُس وقت مولانا محمدؐ علی نے "تحریک خلافت" جاری کی جس کا مقصد یہ تھا کہ انگریز ترکوں کی حکومت ختم نہ کریں بلکہ انہیں ان
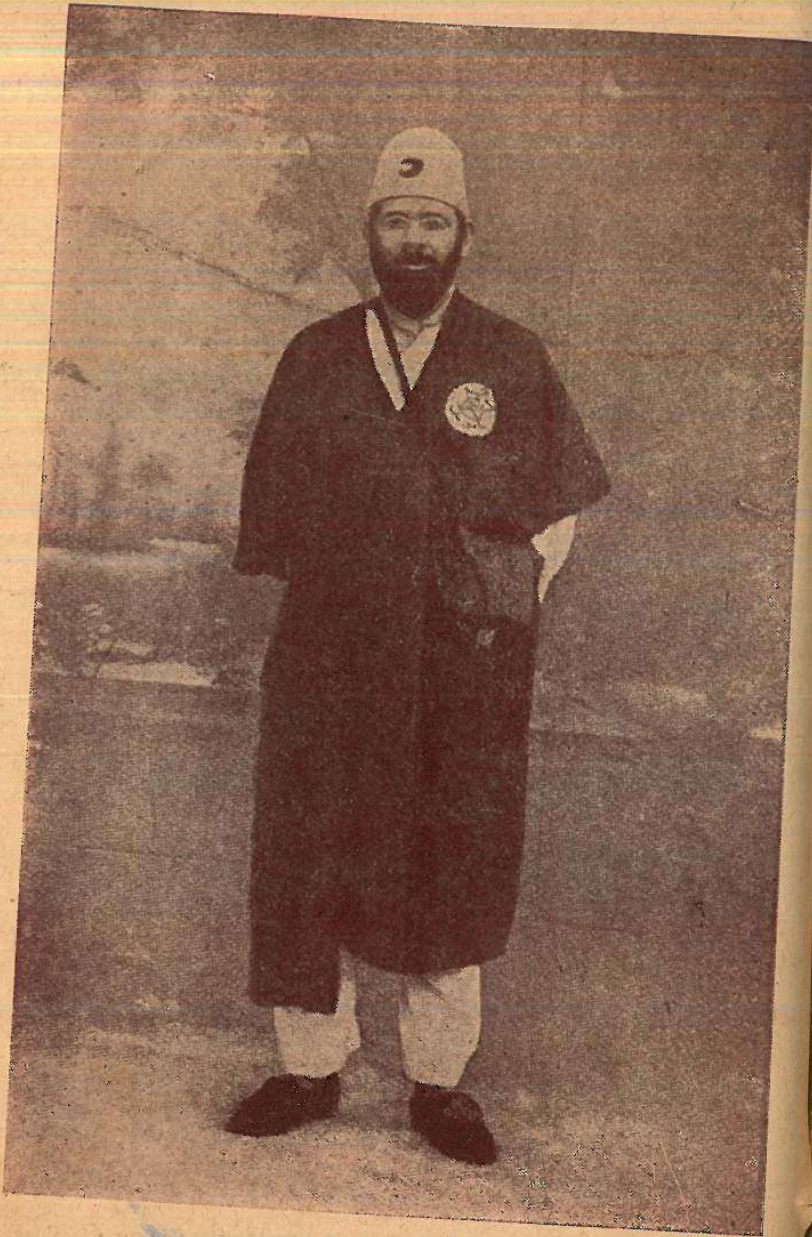
کے معاملات میں آزاد رکھیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں
نے مولانا محمّد علی کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اور اُن کے
ادنیٰ اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ آخر
مولانا محمّد علی کو پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اسی طرح وہ
کئی بار جیل گئے اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں مگر
اُن کے دل میں آزادی کی جو لگن تھی وہ کم
نہ ہوئی بلکہ بڑھتی ہی چلی گئی۔

مولانا محمّد علی اور اُن کے ساتھیوں کی کوششوں
سے جب ہندوستان کے لوگ انگریزوں سے آزادی
لینے پر تُل گئے تو مجبور ہو کر انگریزی حکومت نے
لندن میں ہندوستانی لیڈروں کی ایک کانفرنس بلائی
جسے گول میز کانفرنس کہتے ہیں۔ یہ کانفرنس ۱۹۳۱ء
کے شروع میں منعقد ہوئی۔ ان دنوں مولانا محمّد علی
بہت سخت بیمار تھے اور ڈاکٹروں نے انہیں مشورہ
بھی دیا کہ آپ اس حالت میں سفر نہ کیجئے۔ مگر
آزادی کے اس سچّے عاشق نے ڈاکٹروں کے مشورے کی
قطعاً پرواہ نہ کی۔ انہیں سٹریچر پر لٹا کر جہاز میں

سوار کیا گیا۔ لندن جا کر انہوں نے ایک بڑی طویل
اور زور دار تقریر کی۔ جس میں انگریزی حکومت کو
مخاطب کر کے کہا کہ میں تمہارے ملک میں آزادی
لینے آیا ہوں۔ یا تو تم سے آزادی لے کر جاؤں
گا ورنہ تمہیں میری قبر کے لیئے دو گز زمین دینی
پڑے گی۔ آخر یہی ہوا۔ بیماری میں طویل سفر، لمبی
لمبی تقریریں، لوگوں سے ملاقاتیں۔ ان سب باتوں
نے ان کی صحت پر بہت بڑا اثر ڈالا۔ اور ۴
جنوری ۱۹۳۱ء کو ہندوستان کا یہ شیر دل مجاہد
لندن میں انتقال کر گیا۔ ان کی نعش لندن سے
بیت المقدس لے جائی گئی اور انہیں وہیں دفن
کر دیا گیا ؛

سوالات

۱۔ مولانا محمد علی کی سیاسی زندگی کی ابتدا کب ہوئی؟

۲۔ مولانا محمد علی نے ہندوستان کی آزادی کے لیئے کیا کوششیں کیں۔

۳۔ مولانا محمد علی کی وفات کا واقعہ بیان کرو۔

کمال اتاترک

دنیا کا کون سا مسلمان ہے جس نے ترکوں کی
بہادر قوم کا نام نہیں سنا ہوگا۔ کمال اتاترک اسی بہادر
قوم کے ایک بہادر سپوت تھے۔ وہ ۱۲ مارچ ۱۸۸۱ء
کو یونان کے شہر سالونیکا میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام
مصطفیٰ تھا۔ کمال اور اتاترک ان کے خطابات تھے
کمال اتاترک ایک غریب باپ کے بیٹے تھے ان
کے باپ کا نام علی رضا تھا۔ اور وہ چونگی میں
محرر تھے۔ کمال اتاترک کی عمر ابھی پانچ سال کی
تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ مگر ان کی
والدہ بڑی ہمت والی بی بی تھیں۔ انہوں نے کمال
اتاترک کو لکھایا پڑھایا اور ان کی تعلیم و تربیت
کا سارا بار اٹھایا۔ اتاترک کی تعلیم کی ابتدا قرآن
شریف سے ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے اسکول

میں میٹرک تک پڑھا۔ پھر انہیں فوجی سکول میں داخل
کر دیا گیا۔ یہاں کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ
قسطنطنیہ کے بڑے فوجی کالج میں اعلیٰ تعلیم کے
لیئے چلے گئے۔ اور یہاں سے بہت اچھے نمبروں
میں کامیاب ہوئے۔ ۲۲ سال کی عمر میں انہوں
نے فوج میں بطور لفٹنٹ ملازمت اختیار کی۔ اور
اس کے بعد ہی ان کے لیئے ترقی اور شہرت
کے دروازے کھلنے لگے۔

جس زمانے میں کمال اتاترک نے فوج میں ملازمت
کی۔ اُن دنوں ترکی کی حالت بہت خراب تھی۔ خزانہ
خالی ہو رہا تھا۔ فوج کمزور تھی۔ بہت سے علاقے باغی
ہو کر ترکوں کے قبضے سے نکلے جا رہے تھے یورپ
کی عیسائی سلطنتیں ترکی پر قبضہ کرنے کے خواب
دیکھ رہی تھیں۔ اور ترکی کی حکومت بہت کمزور ہاتھوں
میں تھی جو خود غرض بھی تھے۔ یہ حالات دیکھ کر
کمال اتاترک کا دل قوم اور وطن کے لیئے تڑپنے لگا
اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ ترکی میں انقلاب برپا

کر کے اسے نئی زندگی دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے
فوج کے بعض افسروں سے مل کر کئی قومی انجمنیں
بنائیں اور ترکی کے لوگوں کو مشورہ دیا کہ جب تک
حکومت مضبوط ہاتھوں میں نہیں ہو گی۔ اس وقت تک
ملک ترقی نہیں کر سکے گا۔ اس طرح ترکی کے لوگوں
میں اتاترک کا نام مشہور ہونے لگا۔ اور انہیں ملک
کا ہمدرد سمجھا جانے لگا۔

اسی زمانے میں رُوس نے ترکی پر حملہ کر دیا
اور بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ حکومت اور فوج
کے سپہ سالار کی نظر اتاترک کی طرف اٹھی۔ اور انہیں
محاذ پر بھیجا گیا۔ ان کے جاتے ہی جنگ کا نقشہ
بدلنے لگا۔ اور انہوں نے بڑی ہوشیاری اور بہادری
سے رُوسیوں کو شکست دے کر سارا علاقہ واپس لے
لیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یعنی ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ
عظیم شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں ترکوں نے
انگریزوں کے مقابلے پر جرمنی کا ساتھ دیا۔ اس موقع
پر اتاترک نے ترکی حکومت کو مشورہ دیا کہ اس جنگ

میں ترکوں کو شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ اور جرمنی کا
ساتھ تو کسی صورت میں نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ جرمنی
کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ مگر اتاترک کا یہ مشورہ
قبول نہیں کیا گیا۔ آخر اتاترک کی بات پوری ہوئی
اور جرمنی ہار گیا۔ لیکن جب جرمنی کو شکست ہوئی
تو ترکی پر بھی مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے۔ انگریزوں
اور اُن کے ساتھیوں نے جنہیں اتحادی کہتے تھے
چاروں طرف سے ترکی پر حملے شروع کر دیئے۔ ادھر
ترکی کا سلطان انگریزوں سے مل گیا۔ اس موقع پر
مصطفےٰ کمال میدان میں آئے۔ لیکن اب انہیں دو
دشمنوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ ایک تو ترکی کا سلطان
اور اس کی فوجیں اور دوسرے اتحادی۔ مگر اتاترک
نے نہایت عقل مندی اور بہادری سے مقابلہ کیا اور
ہر محاذ پر سلطان کی فوجوں اور اتحادیوں دونوں
کو شکست دی۔ یہ صورت حال دیکھ کر یونان نے
اتحادیوں کی امداد کی۔ اور دوسری تازہ دم فوج ترکی
پر حملہ کرنے کے لیئے بھیج دی۔ مگر کمال اتاترک کی

طاقت اب بہت بڑھ چکی تھی۔ ترکی کے عوام اور
ترک فوجیں ان پر قربان ہونے کو تیار تھیں۔ اس
لیئے یونان اور انگریزوں دونوں کی فوجوں کو بُری
طرح شکست ہوئی۔ ترکوں نے ان کے ہزاروں سپاہی
مُولی گاجر کی طرح کاٹ دیئے۔ یہ حالت دیکھ کر
ترکی کا سلطان تُرکی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یونانیوں
اور انگریزوں نے صلح کی درخواست کی۔ اور انہیں
بڑی ذلّت سے ترکی خالی کرنا پڑا۔ ترکی پر عوام
کی حکومت قائم ہو گئی۔ کمال اتاترک اس حکومت
کے صدر قرار پائے۔ انہوں نے ترکی کے انتظامات میں
بہت سی اصلاحات کیں اور اُس ترکی کو نئی زندگی
دی جو یورپ کا مرد بیمار کہلاتا تھا۔ اسی لیئے ترک
لوگ کمال اتاترک کی بڑی عزت کرتے ہیں اور انہیں
اپنا باپ کہتے ہیں۔ ۱۰ر نومبر ۱۹۳۸ء کو کمال اتاترک
کا انتقال ہو گیا۔

سوالات:۔ کمال اتاترک کی ابتدائی زندگی کے متعلق تم کیا جانتے ہو (۲) ۱۹۱۴ء کی
جنگ میں اتحادیوں اور ترکوں کے درمیان کیا واقعات پیش آئے۔

گاندھی جی

گاندھی جی ہندوؤں کے مشہور سیاسی لیڈر تھے۔ ان کا پورا نام موہن داس کرم چند گاندھی ہے۔ وہ ۲ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو جنوبی ہند کی ایک چھوٹی سی ریاست پور بندر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم ریاست راج کوٹ میں پائی جہاں ان کے والد اس ریاست کے وزیراعظم تھے۔ اس کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیئے انگلستان گئے۔ اور وہاں سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ بیرسٹری پاس کرنے کے بعد انہوں نے کچھ عرصہ بمبئی میں وکالت کی۔ پھر افریقہ چلے گئے۔ یہیں سے اُن کی سیاسی زندگی اور شہرت کی ابتدا ہوئی۔

افریقہ میں بہت سے ہندوستانی بھی آباد تھے۔ مگر انہیں غیر ملکی سمجھ کر ان کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا

نے ہندوؤں کی اس قدر خدمت کی کہ ہندوستان کی پچھلی تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے مگر افسوس کہ ایک فرقہ پرست ہندو ہی کے ہاتھوں ان کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو دہلی کے ایک میدان میں جب وہ شام کی دعا میں شرکت کرنے جا رہے تھے ایک ہندو نے پستول کی کئی گولیاں مار کر ان کو ہلاک کر دیا۔

سوالات

۱۔ گاندھی جی کا پورا نام بتاؤ۔

۲۔ گاندھی جی کی سیاسی زندگی اور شہرت کی ابتدا کب ہوئی؟

۳۔ گاندھی جی کی سیاسی زندگی کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

سر محمدؐ اقبال

دُنیا کے بہت مشہور اور بڑے شاعر جن کا نام محمد اقبال تھا۔ ۲۲ر فروری ۱۸۷۳ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا

سر محمد اقبال نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور مکتب میں پائی۔ اس کے بعد مشن سکول سیالکوٹ سے میٹرک اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ بی اے کے امتحان میں وہ عربی اور انگریزی میں اول نمبر پر کامیاب ہوئے اس کے بعد انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے کا امتحان دیا۔ اور ساری یونی ورسٹی میں اوّل آئے۔

ایم اے پاس کرنے کے بعد انہیں لاہور کے ایم اے او کالج میں لیکچرار مقرر کیا گیا۔ مگر ان کی

علمی پیاس ابھی پوری طرح نہیں بجھی تھی۔ ابھی وہ اور پڑھنا چاہتے تھے۔ اس لیئے کچھ عرصے کے بعد انہوں نے ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور سنہ ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیئے انگلستان چلے گئے وہاں جا کر انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ پھر جرمنی کی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کیا۔ یورپ سے واپس آ کر علامہ اقبالؔ کو گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کا پروفیسر مقرر کیا گیا۔ مگر ان کی آزاد طبیعت ملازمت کی پابندیاں برداشت نہ کر سکی۔ اور ۱۸ ماہ کے بعد انہوں نے استعفےٰ دے کر وکالت شروع کر دی۔

علامہ اقبالؔ کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان دنیا میں پھر وہی عزت حاصل کریں جو ان کے بزرگوں نے حاصل کی تھی۔ مگر ان کے زمانے میں مسلمانوں اور خاص طور پر ہندوستان

کے مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ انگریزوں
کی غلامی میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کے اخلاق و
عادات کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔ یہی حال دُنیا
کے دُوسرے مسلمانوں کا تھا۔ ان میں اتحاد و اتفاق
کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس لیئے علامہ اقبال
نے اپنی شاعری کے ذریعہ اُن کی حالت سدھارنے
کی کوشش کی۔ اور انہیں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے
کا پیغام دیا۔ عزت اور خود داری کی تعلیم دی
اور ان کے دلوں میں غلامی کی زندگی سے نفرت
اور آزادی سے محبت پیدا کرنے کی کوشش کی۔
اپنا پیغام دُنیا کے دُوسرے مسلمانوں تک پہنچانے کے
لیئے انہوں نے اُردو کے علاوہ فارسی زبان میں بھی
شعر کہے۔ ان کی فارسی شاعری بھی اُردو شاعری
کی طرح اعلیٰ درجے کی ہے۔ ان کی نظمیں بہت
مقبول ہوئیں۔ اور دُنیا کی کئی زبانوں میں اُن کے
ترجمے ہوئے۔ علامہ اقبال کی اُردو نظموں کے مجموعوں
میں "بانگ درا" اور "بالِ جبریل" اور فارسی نظموں کے

مجموعوں میں "پیامِ مشرق" اور "جاوید نامہ" بہت مشہور
ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے اور بھی بہت سی
کتابیں لکھیں۔

شاعری کے علاوہ انہوں نے ہندوستان کی سیاست
میں بھی حصّہ لے کر قوم کی خدمت کی۔ ۱۹۲۶ء میں
وہ پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۱ء اور
اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں وہ پہلی اور دُوسری گول میز
کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیئے انگلستان گئے۔ اور
وہاں ہندوستان کی آزادی کے لیئے بڑی کوشش کی۔
اس کے علاوہ الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے
سالانہ جلسے کی صدارت کرتے ہوئے انہوں نے تجویز پیش
کی کہ ہندوستان کو آبادی کی نسبت سے دو حصّوں
میں تقسیم کر دیا جائے۔ جہاں ہندوؤں کی آبادی زیادہ
ہو اس حصّہ پر ہندوؤں کی حکومت قائم کر دی
جائے۔ اور جس حصّہ میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہو
وہاں مسلمانوں کی آزاد حکومت قائم کر دی جائے۔ آگے
چل کر یہی تجویز پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔

علامہ اقبال کی زندگی کا یہ سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ اور پاکستان کے ساتھ ان کا نام بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو دُنیائے اسلام کی یہ زبردست شخصیت انتقال کر گئی۔ لاہور کی شاہی مسجد کے قریب انہیں دفن کیا گیا۔ اب اُن کی قبر پر سُرخ پتھر کا ایک خوبصورت مقبرہ بنا دیا گیا ہے

سوالات

۱۔ علامہ اقبال کی ابتدائی زندگی کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

۲۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ قوم کو کیا پیغام دیا؟

۳۔ علامہ اقبال کی سیاسی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ کون سا تھا؟

قائداعظم محمدؐ علی جناحؒ

ایسے لوگ دنیا میں بہت کم گزرے ہیں جنہوں نے تاریخ کو بدل دیا ہو اور دنیا کے نقشے میں تبدیلی کر دی ہو۔ قائداعظمؒ دُنیا کے چند ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ وہ ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام محمد علی تھا۔ جناح ان کے والد کا نام تھا اور قائداعظم ان کا خطاب تھا جو قوم نے انہیں دیا تھا۔ قائداعظم کے والد کا پورا نام جناح پونجا تھا۔ وہ کراچی میں چمڑے کی تجارت کرتے تھے۔

قائداعظم نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ اور وہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد وہ بیرسٹری پاس کرنے کے لیئے انگلستان چلے گئے۔ اُس وقت اُن کی عمر سولہ سال کی تھی۔ چار

سال کے بعد وہ کامیاب ہو کر واپس آ گئے اور انہوں نے بمبئی میں بیرسٹری شروع کر دی۔ چند ہی سال میں ان کی بیرسٹری نے اتنی ترقی کی کہ وہ ہندوستان کے چوٹی کے بیرسٹر سمجھے جانے لگے۔

کہنے کو تو قائداعظم بیرسٹری کر رہے تھے۔ لیکن ان کا دل ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں کی ترقی کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اس زمانے میں کانگرس کا بہت زور تھا۔ اس لیے قائداعظم بھی کانگرس میں شامل ہو کر ملک کی آزادی کے لیے کوشش کرنے لگے۔ انہوں نے ہندو مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لیے بڑی کوشش کی۔ کچھ عرصے کے بعد انہیں بمبئی کی اسمبلی کا ممبر منتخب کیا گیا پھر وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں شریک ہوئے جو لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس میں بھی انہوں نے ہندو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق پر بڑا زور دیا اور ایک تجویز بھی پیش کر کے پاس کروائی۔

۱۹۱۳ء میں قائداعظم آرام کرنے کے لیے انگلستان

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح صاحب
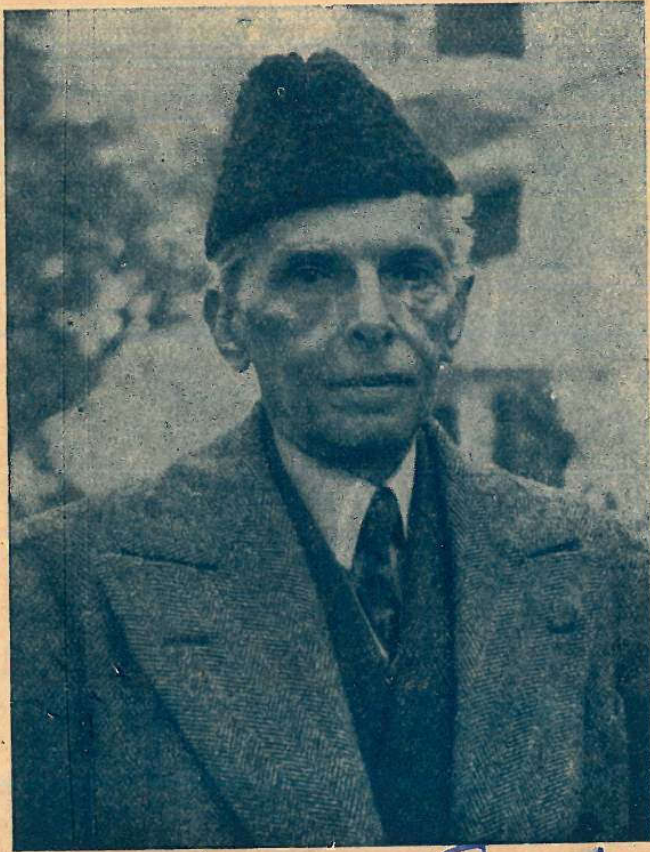
تشریف لے گئے۔ اور وہیں مولانا محمد علی جوہر کی
کوشش سے مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ وہاں سے
واپس آ کر ۱۹۱۴ء میں کانگرس کے نمائندہ بن کر
وہ پھر انگلستان گئے اور وہاں ہندوستان کے لوگوں
کے حقوق کے لئے بڑے جوش اور قابلیت سے کام کیا۔

انہوں نے کانگرس کو مضبوط بنانے کے لئے اس
قدر کوشش کی کہ کانگرس نے بمبئی میں ان کے
نام سے ایک ہال تعمیر کیا لیکن وہ ۱۹۲۰ء میں یہ دیکھ
کر کانگرس سے علیحدہ ہو گئے کہ کانگرس مسلمانوں اور
ہندوؤں دونوں کے حقوق کی حفاظت کرنے کے
بجائے صرف ہندوؤں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے
اور ہندوستان پر ہندو راج قائم کرنے کے خواب دیکھ
رہی ہے۔

کانگرس سے علیحدہ ہو کر قائداعظم نے مسلمانوں کی
تنظیم شروع کر دی اور انہیں مسلم لیگ کے جھنڈے
کے نیچے جمع کرنے لگے۔ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر
ہو گئے۔ اور اپنی ساری طاقت اس جماعت کو مضبوط

کرنے پر صرف کر دی۔ انہوں نے سارے ہندوستان
کے دورے کیئے۔ اور ہر شہر اور ہر قصبے میں مسلم
لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے
آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں انہیں کی زیر
صدارت پاکستان کا مطالبہ پیش ہو کر منظور کیا گیا۔
سارے ہندوستان میں اس مطالبے کی مخالفت کی
گئی۔ ہندو اور انگریز دونوں نے پاکستان کے خیال
کا مذاق اڑایا۔ اور اُسے نا ممکن قرار دیا۔ غرض
مخالفت کا ایک طوفان اُمڈ آیا۔ مگر قائداعظم بڑے
باہمت اور نہایت دُور اندیش لیڈر تھے۔ انہوں نے
اس مخالفت کی قطعًا پرواہ نہ کی۔ اور ہندوؤں اور
انگریزوں دونوں سے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ کہ
مسلمان ہر قیمت پر پاکستان قائم کر کے رہیں گے۔
ادھر انہوں نے پھر سارے ہندوستان کے دورے کر کے
مسلمانوں کو پاکستان کا مطلب اور اس کے فوائد سمجھانے
شروع کیئے۔ وہ جس شہر میں گئے۔ مسلمان اُن کے
راستے میں بچھ گئے۔ اور انہیں پاکستان کے لیئے

ہر قربانی کا یقین دلایا۔ آخر اُن کی کوشش کامیاب
ہوئی۔ اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دُنیا کے نقشے پر
ایک نیا ملک اُبھر آیا۔ جسے پاکستان کہتے ہیں اور
جو ہمارا وطن ہے۔ قائداعظم پاکستان کے پہلے گورنر
جنرل مقرر ہوئے۔ افسوس کہ ابھی پاکستان قائم ہوئے
ایک ہی سال ہُوا تھا کہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو
قائداعظم کا انتقال ہو گیا۔

سوالات

۱۔ قائداعظم کی ابتدائی زندگی کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟
۲۔ قائداعظم کانگرس سے کیوں علیحدہ ہوئے تھے؟
۳۔ قائداعظم نے پاکستان قائم کرنے کے سلسلے میں کیا کوششیں کیں؟